شعر وادب

حیاتِ جاوداں کا ابن آدم کو پیام آیا

مولانا ظفر علی خاںؒ

ہوا شعبان کل شب ختم اور ماہِ صیام آیا
ازل کی صبح کا نور آنکھ میں ہو کر تمام آیا

سعادت کے جلو میں رحمت پروردگار آئی
مسلمانوں کے گھر چل کر خدا کا لطف عام آیا

فرشتوں نے جگایا فطرت آدم کو سوتے سے
حیاتِ جاوداں کا ابن آدم کو پیام آیا

درِ مے خانۂ وحدت کے پٹ جبریل نے کھولے
ترستے تھے جسے میخوار گردش میں وہ جام آیا

وہ حکمت عرش سے اتری زباں پر جس کے صدقے میں
اخوت اور مساوات اور آزادی کا نام آیا

مبارک ہیں وہ انساں جن کی خاطر اس مہینہ میں
کلام اللہ لے کر دولت صلح و سلام آیا

مسلمانو! یہ موتی رول لو جن کے لٹانے کو
عرب کا اور عجم کا خسرو عالی مقام آیا

وہ آقا جس کی رحمت نے اگر اپنوں کو ڈھانپا ہے
تو اوقات مصیبت میں پرایوں کے بھی کام آیا

☆☆☆☆☆

اداریہ

رمضان المبارک رحمت خداوندی کا موسم بہار

● ....شمس الحق ندوی

حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آرہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں ایک رات شب قدر ہے جو ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے کو فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام یعنی تراویح کو ثواب کی چیز بنایا ہے جو شخص اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے، ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ۷۰/فرض ادا کرے، یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ماہ میں عام نیکیوں کا ثواب فرض کے برابر ہوتا ہے اور فرض کا ثواب ۷۰/فرض کے برابر ہوتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر کتنا بڑا انعام ہے لیکن ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جو سحری کھا کر سوئے، فجر کی نماز یا کم از کم جماعت تو چھوٹ ہی جاتی ہے، اسی طرح افطار کے وقت بہتوں کی نماز مغرب یا تکبیر تحریمہ تو چھوٹ ہی جاتی ہے، ایسے ہی اکثر دیکھا جاتا ہے کہ افطار کی خریداری میں عصر کی جماعت جاتی رہتی ہے، یہ بڑی محرومی کی بات ہے کہ وہ روزہ جس میں منہ کی بو کو اللہ تعالیٰ مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند فرماتا ہے، اور فرمایا: روزہ میرے لیے ہے اور اس کا بدلہ میں خود دوں گا، باختلاف روایت کہ اس کا بدلہ میں خود ہوں۔ جس روزہ کی یہ فضیلت ہے اس میں وہ کوتاہیاں ہوں جن کا اوپر ذکر ہوا، کتنی بدنصیبی کی بات ہے کہ جس رمضان کی یہ فضیلت ہو کہ اس میں ایک رات ایسی بھی ہو کہ جو ہزار مہینوں سے بہتر ہو یعنی شب قدر اور اسی رات میں قرآن کریم آسمان دنیا پر نازل ہوا ہو، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام اور بے شمار فرشتے اللہ کے حکم سے طلوع فجر تک خیر وسلامتی لے کر اترتے رہتے ہوں، اس کی طرف سے لاپرواہی برتی جائے، جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ 'ریان' ہے، جس سے صرف روزہ دار ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

اس لیے اللہ کے خاص بندے پورا مہینہ ذکر وتلاوت اور نوافل میں گذارتے ہیں اور اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں اور ضرورتمندوں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس مبارک مہینہ میں اور دنوں سے کہیں زیادہ خرچ کرتے تھے جیسے ہوا چیزوں کو اڑاتی ہے، اس مبارک مہینہ میں یہ نہ کر کے صرف اپنے ہی قسم قسم کے کھانوں کی فکر میں لگے رہنا، کیسی محرومی کی بات ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ رمضان المبارک کے استقبال کی خاطر جنت کو پورے سال سنوارا جاتا ہے اور اس کی خوبصورتی وحسن وجمال کو بڑھایا جاتا ہے، اس لیے فرمایا گیا کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ: "ما لا عين رأت و لا أذن سمعت ...." (جسے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے)، ذرا سوچئے کہ یہ بناوٹ وسجاوٹ کس کی طرف سے ہو رہی ہے اور کس کے لیے؟ جنت کو سجانے کا حکم اس نے دیا ہے جو کل کائنات کا خالق ومالک ہے اور یہ سارا اہتمام اس مشت خاک کے لیے ہے جس کو اس نے آدم کی شکل میں وجود بخشا، کوئی حد ہے اس امت کے اعزاز وتکریم کی کہ آقا وخالق خود اس کے لیے یہ اہتمام کر رہا ہے پھر کتنی نادانی وبدنصیبی کی بات ہوگی کہ بندۂ مومن اس مبارک مہینہ سے فائدہ اٹھانے میں غفلت سے کام لے اور اس دنیا کے دھوکے میں پڑ جائے جس کے جال سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی چیزوں میں ہم نے اس لیے حسن وجمال اور کشش رکھی ہے کہ بندوں کا امتحان لیں کہ کون اس کے جال میں پھنستا ہے اور کون اچھے عمل کرتا ہے، دنیا کی ان چیزوں کو ہم ختم کر دیں گے، اصل آخرت کی زندگی ہے: "إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلاً وَّإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيداً جُرُزاً"۔ لہٰذا ان کوتاہیوں کو چھوڑ کر جن کا اوپر ذکر ہوا، رمضان المبارک کا وہ حق ادا کرنے کی فکر وکوشش کریں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو اس ماہ مبارک کے پورے آداب کے ساتھ روزہ رکھنے کی توفیق دے اور اس کو قبول فرمائے اور ہم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ خود اپنے ہاتھوں سے نوازیں گے۔ ☆☆☆

انعام ربانی

رمضان المبارک کا اصل پیغام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

"یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ"[سورة البقرة:۱۸۳]

روزے کی فرضیت میں انسانی فطرت کی رعایت

قرآن کریم کی یہ وہ آیت ہے جس سے رمضان المبارک میں روزہ کی فرضیت کا اعلان ہوا اور تمام مسلمانوں کو، اس زمانہ کے مسلمانوں کو اسی آیت سے علم ہوا اور قیامت تک یہی آیت اس کی دلیل رہے گی، اس میں کچھ باتیں ہیں سوچنے اور غور کرنے کی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اے لوگو جو ایمان لائے ہو"، اس خطاب میں بھی بڑی بلاغت وحکمت ہے، کہ ایک ایسی چیز جو نفس پر شاق ہے، دشوار ہے، جس کے لیے بڑی ہمت کی ضرورت ہے؛ اس کی بنیاد ایمان کو بنایا گیا اور پہلے ایمان کا تذکرہ کیا گیا کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو، اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں کو قبول کرنے کا عہد کرچکے ہو، اور دائرۂ اسلام میں داخل ہوچکے ہو، اور اپنے کو اللہ کے حوالے کرچکے ہو کہ وہ ہمارا مالک ہے، ہمارا حاکم ہے، جو حکم دے گا ہم اس پر عمل کریں گے؛ اس سے مطلب نہیں کہ اس میں کچھ مزہ ملے گا یا نہیں، دنیاوی فائدہ ہوگا یا نہیں، وہ آسان ہے یا مشکل ہے، ایک بات ہے یا دس باتیں ہیں، ایک مرتبہ کرنا ہوگا یا دس بیس مرتبہ کرنا ہوگا، سو پچاس مرتبہ کرنا ہوگا، اس سے کوئی بحث نہیں؛ ہم نے اللہ کی غلامی قبول کرلی، اس کی عبودیت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا، اور اعلان کردیا کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں، جو وہ حکم دے گا ہم اسی پر عمل کریں گے؛ اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی حکیم ذات ہی اس حکم کو اس طرح شروع کرسکتی ہے، ورنہ دنیا کے جو قوانین ہیں، جن باتوں کا حکومتیں اعلان کرتی ہیں، اور جو نئے نئے قوانین بنتے ہیں، اور جو نئی نئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں؛ ان کے لیے کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ کروگے تو بچ جاؤ گے، اس پر عمل نہ کروگے تو سزا پاؤ گے بس، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حالانکہ وہ حاکم مطلق ہے، زمین وآسمان کو پیدا کرنے والا ہے اور سب کی زندگیاں، سب کی جانیں، سب کی عزتیں اسی کے قبضہ میں، کسی طرح کہہ دیتا، کہہ سکتا تھا، اس کا حق تھا، لیکن اس نے کہا: "یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا" (اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو) تو اللہ تعالیٰ نے ہم تمام مسلمانوں کی قوتِ ایمانی کو آواز دی ہے، قوتِ ایمانی کو جگایا ہے، اور اس کو بنیاد بنایا ہے، اے وہ لوگو! جو اس بات کا عہد کرچکے ہو کہ ہمیں تو بات ماننا ہے، ہم تو حکم کے بندے ہیں، "کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ" (تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے)۔

یہ انسان کی فطرت ہے، اللہ تعالیٰ فطرتِ انسانی کا بنانے والا، اس کا خالق ہے، اس کی رعایت کرنے والا بھی ہے، کسی مجبوری سے نہیں، اپنی حکمت سے بھی، اپنی رحمت سے بھی کہ جب وہ کسی بات کا حکم دیتا ہے تو اس بات کے لیے زمین تیار کردیتا ہے، تاکہ انسان اس کو آسانی سے قبول کرسکے، اس لیے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس کو انوکھی اور نرالی معلوم دیتی ہے، اس سے گھبراتا ہے اور چونک اٹھتا ہے، اچھا! یہ بھی کرنا ہوگا؟ لیکن جب اس کو یہ معلوم ہوجائے کہ یہ ہوتا آیا ہے، لوگ کرتے رہے ہیں؛ تو پھر وہ اس کو سنتا ہے، خوشگواری کے ساتھ مانتا ہے اور آسانی وتابعداری کے ساتھ۔

"اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے"، چنانچہ، مذاہب اور اخلاقیات کی تاریخ سے، اور قوموں اور ملکوں کی تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزہ رہا ہے، مذہبی اور تاریخی کتابوں میں تفصیل موجود ہے کہ اس کی کیا شکل اور کیا تعداد تھی؟ کیا وقت تھا؟ کہاں سے شروع ہوتا تھا؟ کیا پابندیاں تھیں؟

تقوے کا صحیح مفہوم

"لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ" (تاکہ تم متقی بن جاؤ)، یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلائی ہے، جب کسی زبان کا لفظ کسی زبان میں آتا ہے، تو اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصلی معنی کھو دیتا ہے، اس کے ساتھ ذہن کے سوچنے کے بہت سے طریقے لگ جاتے ہیں، انہیں میں سے ایک لفظ تقویٰ اور متقی کا ہے۔ ہمارے یہاں متقی کے معنی ہیں: بڑا عبادت گزار، راتوں کو بہت کم سوتا ہو، اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہے، اور نہ کھاتا ہو اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو تو اور بڑا متقی ہے، اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو، نماز ہی میں اس کا دل لگتا ہو، جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو اور بڑا متقی

ہے، اور ذرا ذرا چیز میں شبہ سے بچتا ہو متقی ہے، لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے، تقوی کے معنی زیادہ عبادت گزار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں، کہ بڑا عبادت گزار، شب بیدار، دن کو روزے رکھنے والا، رات کو عبادت کرنے والا، نمازیں پڑھنے والا ہے؛ بلکہ عربی زبان میں تقوی کے معنی ہیں: لحاظ کرنے والا، ہر کام کے کرتے وقت یہ لحاظ کرنا کہ یہ کام کیسا ہے؟ خدا کو راضی کرنے والا ہے یا ناراض کرنے والا ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ دین کے مطابق ہے یا منافی؟

تقوی کے معنی ہیں: لحاظ وشرم کی عادت، پاس ولحاظ کی عادت پڑ جانا، مثلاً کوئی بچہ ہے، اس کو اگر صحیح تعلیم دی گئی ہے، اسے اچھا ماحول ملا ہے، اور اس کی صحیح تربیت کی گئی ہے، تو بڑوں کا ادب کرنے لگتا ہے۔ بڑوں کا ادب کے کیا معنی ہیں؟ کہ بڑوں کے سامنے کوئی ایسا کام، ایسی حرکت نہیں کرے گا جو بے ادبی میں شمار ہو، جس سے ان بڑوں کی توہین ہوتی ہو، یا ان بڑوں کا مذاق اڑتا ہو، یا حقارت ہوتی ہو، تو کہا جائے گا: اس لڑکے کو بڑا پاس ولحاظ ہے، ادب سیکھ گیا ہے۔ ایسے ہی طالب علم کا ادب ولحاظ، ایسے ہی مرید کا ادب و لحاظ، ایسے ہی ملازم کا ادب ولحاظ، تو تقوی کے معنی ہیں: ادب ولحاظ کے، کہ کرنے سے پہلے یہ سوچنا ہوگا کہ یہ کام کیسا ہے؟ اس کو خوش کرنے والا ہے یا ناراض کرنے والا ہے؟ اور اگر دین کے دائرہ میں دیکھئے تو یہ دیکھنا کہ دین وشریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسولؐ کے فرمان کے مطابق ہے یا نہیں؟ اس کی عادت پڑ جانا یہ ہے تقوی!

چنانچہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو فاروق اعظم اور امیر المؤمنین ہیں، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑا درجہ انہی کا ہے، مسلمانوں کے خلیفہ تھے، امیر المومنین تھے، قرآن مجید ان کے سامنے ہی نازل ہوا، اور پھر اہل زبان ہیں، اور اہل زبان بھی کیسے ہیں کہ اس زمانہ کی ٹکسالی زبان جو ہر زمانہ میں معتبر رہے گی، سکہ رائج الوقت کی طرح، وہ وہیں پلے بڑھے، وہی زبان بولنے والے، اور صحابہ کرامؓ وہ تھے کہ کسی چیز کے پوچھنے میں ان کو کوئی شرم نہیں آتی تھی، وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ اپنے علم کو صحیح کریں اور بڑھائیں، تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لے کر کہا: یہ بتاؤ کہ تقوی کسے کہتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: ''امیر المومنین! آپ ایسے راستہ پر چلے ہیں کہ دونوں طرف کانٹوں کی باڑ لگی ہو (ادھر بھی کانٹوں کی قطار ادھر بھی کانٹوں کی قطار ہے) اور راستہ تنگ؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں! ایسا اتفاق ہوا ہے۔ انہوں نے کہا: پھر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: دامن سمیٹ لیا، آستینیں وغیرہ دیکھ لیں کہ کہیں کانٹوں میں پھنس نہ جائیں۔ کہا: یہی ''تقوی'' ہے، کہ زندگی اس طرح گزاری جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام ایسا کر بیٹھیں جو خدا کو ناراض کرنے والا ہو، مسئلہ کے خلاف ہو، ناجائز ہو۔

تو اس آیت میں جس میں بہت سے لوگ غور نہیں کرتے، کہ عربی زبان کے مزاج سے واقف نہیں ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزے اس لیے فرض کیے گئے کہ ہم متقی بن جائیں، کہ جو ۲۹ دن یا ۳۰ دن روزے رکھے گا، رمضان ختم ہو گیا، عید کا چاند نکلنے لگا، تو وہ متقیوں میں ہو گیا، اللہ اکبر! کہ جس نے دن کو روزہ رکھا، کچھ کھایا نہیں، اور کئی قرآن شریف ختم کیے، رات میں عبادت کی، اور تراویح سنی، یہ متقی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امتحان میں پاس ہو گیا، چھٹی ملی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں حلال پاک وطیب چیزیں، رمضان کے دن کے اوقات میں، اللہ کے حکم سے، اللہ کی مرضی سے، پاک وصاف چیزیں چھوڑیں، ایک دن دو دن نہیں، ۲۹ دن یا ۳۰ دن پانی نہیں پیا، حالانکہ پانی سب سے بڑی نعمت ہے ''وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ'' [سورۃ الأنبياء: ۳۰] ۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ ہم نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے اور کھانا نہیں کھایا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، گھر میں وہ چیزیں موجود تھیں، حلال کمائی سے تھیں؛ لیکن نہیں کھایا، کیوں نہیں کھایا؟ کیوں نہیں پانی پیا؟ وہ چیزیں جو انسان بحیثیت انسان کے اور بشری تقاضوں کے کرتا ہے، تعلقات بھی اس میں ہیں، تصرفات بھی اس میں ہیں، اس میں اعمال بھی ہیں، یہ سب چیزیں ہم نے چھوڑ دیں، محض اللہ کے حکم سے کہ اللہ تعالیٰ نے صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک حلال وپاک چیزوں کے استعمال سے بھی روکا ہے کہ تمہارے حلق سے پانی کا ایک قطرہ نہ اترنے پائے، تمہارے حلق میں کھانے کا ایک دانہ نہ جانے پائے، تو جب ہم نے اللہ کے حکم سے یہ پاک وطیب چیزیں چھوڑیں ہیں، تو اب جب رمضان المبارک ختم ہو گیا، تو اس سے یہ بات بھی ہم میں واضح ہو جانی چاہیے کہ جو ناپاک چیزیں ہیں اور ناپاک کیا ہیں؟ ہم آپ سمجھتے ہیں کہ جسے گندگی لگ جائے، گندی چیز پڑ گئی، وہ ناپاک ہو گئی، جب کہ سب سے بڑی ناپاک چیز گناہ ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

جس طرح ہم نے اللہ کے حکم سے رمضان کے دنوں میں حلال و پاک طیب چیزیں چھوڑیں، تو اسی اللہ کے حکم سے غیر رمضان کے دنوں میں

گناہوں کا ارتکاب کیسے کریں؟ ہم اللہ کو ناراض کرنے والی چیزیں کیوں کر گزریں؟ ہم جھوٹ کیوں بولیں؟ ہم جھوٹی گواہی کیوں دیں؟ ہم کسی مسلمان کی دل آزاری کیوں کریں؟ ہم کسی کا حق کیوں ماریں؟ ہم بہتان کیوں لگائیں؟ ہم چوری کیوں کریں؟ ہم ظلم کیوں کریں؟ ہم کسی کا خون کیوں بہائیں؟ ہم کسی کا دل کیوں توڑیں؟ بس ساری چیزیں جو آپ جانتے ہیں، ان چیزوں سے بچنے کی عادت، خیال ودھیان پیدا ہوجائے، یہ ہے تقویٰ، یہ ہے رمضان کا مقصد، اور یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہم نے پانی چھوڑا، کھانا چھوڑا، اب اللہ کے حکم کے باوجود ہم چوری کریں، ہم جھوٹی گواہی دیں، ہم کسی کی زمین پر قبضہ کرلیں، ہم کسی کا حق ماریں، ہم بہن کو، پھوپھی کو، خالہ کو ترکہ میراث نہ دیں، ہم شادی بیاہ کے معاملات میں شریعت کے خلاف کریں، ہم فضول خرچی کریں، ہم رشوت لیں، ہم اسراف میں مبتلا ہوں، ہم جہیز کا مطالبہ کریں، اور اس کے لیے جان تک لے لیں، اللہ تعالیٰ ہم سے رمضان کے ان ۲۹، ۳۰ دنوں میں طیب پاک نعمتیں چھڑا کر، خاص وقت میں چھڑا کر ہماری مشق کراتا ہے کہ ہم گناہوں کے ارتکاب سے بچیں اور اب جو کام بھی کریں، خیال کرکے کریں، پہلے سوچ لیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں؟

رمضان المبارک کا سب سے بڑا تحفہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا عہد و مطالبہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا فیض اور اثر یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں خیال کرنے کی عادت پڑ جائے اور خدا کی نافرمانی سے اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خیال پیدا ہوجائے۔ یہ نہیں کہ ہم بے خیالی میں کر گزریں اور پھر یہ نہیں، بلکہ کرکے یہ سمجھیں کہ رمضان تو گیا، ہم نے کھایا پیا نہیں، روزے ہمارے پورے ہوگئے، اور یہ تو دنیاوی چیزیں ہیں، ان سے روزوں کا کیا تعلق، یہ تو زندگی کی چیزیں ہیں، بس اللہ جل شانہ ہم سے یہ مشق کرانا چاہتا ہے کہ ہماری یہ مستقل عادت پڑ جائے کہ ہم ہر کام کے کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ گھر سے نکلئے تو سوچ کر قدم اٹھائیے، یہ نہیں، مطلب یہ ہے کہ جس کا تعلق حکم شرعی سے ہو، کسی کا حق متعلق ہو، اور حرام حلال کا مسئلہ، جائز و ناجائز کے دائرہ میں وہ آتا ہو، اس کو بغیر سوچے نہ کریں، اور یہ معلوم کرکے یہ اللہ کو پسند نہیں ہے اور یہ شریعت کی طرف سے ممنوع ہے، اس سے اسی طرح بچیے بلکہ اس سے زیادہ بچیے جتنے کہ روزے کے دنوں میں، رمضان کے زمانہ میں، دن کے اندر آپ کھانے سے بچتے ہیں۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم حضورؐ سے پوچھا کرتے تھے کہ دین کے احکام بہت ہوگئے ہیں، ہم کو کوئی ایک بات ایسی بتادیجیے جو جامع ہو، جسے ہم پلو میں باندھ لیں، اسی طرح ہم آپ سے ایک بات کہتے ہیں کہ ساری زندگی کے لیے ایک دستور العمل ہے، وہ کیا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ (تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہوسکتا، مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی، اس کے دل کی چاہت، اس کے دل کی مانگ، طبیعت کی مانگ، تابع نہ ہوجائے اس کے، جس کو میں لے کر آیا ہوں) اور دیکھیے کہ حضورؐ سے بڑھ کر کسی کے اخلاق اتنے بلند و عالی نہیں تھے، کوئی اپنی عبدیت پر اتنا فخر نہیں کرتا تھا، لیکن یہاں حضورؐ نے واحد متکلم کا صیغہ اختیار کیا ہے اور اپنی طرف نسبت کی ہے اور اس میں خاص وزن پیدا کردیا ہے جس کو ادب کا ذوق رکھنے والے اور اسرار شریعت کے جاننے والے سمجھ سکتے ہیں، آپ یوں کہہ سکتے تھے کہ جب تک وہ اپنی خواہشات نفسانی کو اللہ کے احکام اور قرآن وحدیث کے تابع نہ کردے، لیکن یہاں پر حضورؐ کی نبوت کا جو مقام تھا، اور آپ کی نبوت کا جو حق تھا، اور آپ کی نبوت کا جو درجہ تھا، اور اس میں وہ اس وقت، مخاطب کی نفسیات کا، اور اس کے فہم کا، اور ذوق کا بھی آپ نے خیال فرمایا، کہ کم ایسا حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ صیغۂ واحد متکلم بولتے ہوں جیسا کہ یہاں پر لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهِ میں۔

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن یا صاحب ایمان نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہشات نفسانی اس کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ محمد بن عبداللہ جس کو لے کر کے آئے ہیں کہ آپ نام لے لیتے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب لے کر کے آئے ہیں، اس کے تابع نہ ہوجائے، اس لیے اس کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت پیدا کردی، اس جملے میں غیرتِ نبوت ہے، اللہ کی غیرت کے بعد کوئی بھی غیرت اس کے برابر نہیں، بادشاہوں کی غیرت اس غیرت کے سامنے گرد، یہاں غیرت نبوت ہے، جس کو میں لے کر آیا ہوں، جس نے اس کے خلاف کیا، گویا کہ اس نے میری نبوت کے خلاف بغاوت کی، میرے منصبِ رسالت سے اس نے سرتابی کی۔

ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟

ہم لوگوں کو چاہیے کہ ہر کام کے کرنے سے پہلے یہ خیال کرلیں، ہم اسے اپنی خواہشات نفسانی سے تو نہیں کر رہے ہیں، اور یہ حضورؐ کے فرمان،

آپ کی شریعت اور قرآن وحدیث کے خلاف تو نہیں ہے؟ بس یہ ساری زندگی کے لیے کافی ہے۔

وہ کام جن سے لوگوں کے حقوق متعلق ہوں، جن سے نفس کا تقاضا پورا ہوتا ہو، یا کوئی بڑا دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہو، جس کے لیے کوئی بڑا اقدام کرنا پڑتا ہو، اس سے پہلے یہ سوچ لیں کہ حضورؐ جو دین اور شریعت لے کر آئے ہیں، اس کے یہ تابع اور ماتحت ہے، یا اس سے یہ مستغنی اور بے نیاز ہے، بس ساری زندگی کے لیے کافی ہے، کوئی مرید ہوتا ہے، کوئی شاگرد ہوتا ہے، کوئی خط غلامی لکھتا ہے، یہ خط غلامی ہے، یہ مستقل خط غلامی ہے، اس کے سامنے مریدی، شاگردی، سب گرد ہیں، اس لیے کہ یہاں پر نبوت کا سوال آ گیا کہ حضورؐ نے بحیثیت نبی کے فرمایا، بحیثیت کسی انسان کے نہیں فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا، جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی اس چیز کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں''۔ کوئی بادشاہ ہو، اپنے وقت کا سلطان ہو، کوئی بڑے سے بڑا فاتح ہو، کوئی بڑے سے بڑا اپنے وقت کا قارون وہامان ہو، کچھ ہو، سب کے لیے ضروری ہے کہ آپؐ جو لے کر کے آئے ہیں، اس کے ماتحت اپنی زندگی کو کردے، اس کے خلاف نہ ہو۔

اس کو آپ رمضان کا پیغام سمجھیں، یہی سبق آپ یہاں سے لے کر جائیں، یاد رکھیں کوئی بڑے سے بڑا کام ہو، لڑکے کی شادی ہے، لڑکی کی شادی ہے، جہیز کا مسئلہ بھی اسی میں آتا ہے، زمین کا معاملہ ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے ذرا سا آنکھ بند کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے، زیادہ مسئلہ مسائل سے کام نہیں چلے گا، وہ ہم پوچھ لیں گے، زمین کے معاملہ میں ہم آزاد ہیں، جھوٹی دستاویز پیش کر کے، جھوٹی قسمیں کھا کر کے ہم لے لیں، آپ ملازم ہیں، ۵۰/ہزار کی رشوت مل رہی ہے، لاکھ کی رشوت مل رہی ہے اور آج کل تو رشوت کا دور دورہ ہے، تو ہر ایسے موقع پر جہاں کوئی حکم شرعی متعلق ہو یا حقوق العباد متعلق ہوں، جائز و ناجائز کا شبہ ہو، وہاں پر اپنی خواہشِ نفسانی کو، اپنے مفاد کو، اپنی فتح اور اپنی کامیابی کو تابع بنا دیں شریعتِ محمدیؐ کے۔

تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہوسکتا ہے: لَا یُؤْمِنُ أَحَدُکُم آپؐ سے بڑھ کر کون مفتی ہے؟ آپؐ سے بڑھ کر کس کی بات کا اعتبار ہوسکتا ہے؟ آپؐ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ اس کی خواہشات تابع ہوجائیں اس کے، جو میں لے کر آیا ہوں''، اس کو یاد رکھیں اور ہم دو تین باتیں کام کی آپ سے اور کہتے ہیں، پتہ نہیں کہ ملنا ہو یا نہ ہو، یا ملنا ہو بات کرنے کا موقع نہ ہو۔

معصوم تو صرف نبیؐ کی ذات ہے

ایک بات تو یہ ہے کہ گناہ سب سے ہوتے ہیں، اللہ معاف فرمائے، کون ہے جو معصوم ہے، ہم سے آپ سے تو چھوٹے گناہ، صغائر بھی ہوتے ہیں اور کبائر بھی ہوتے ہوں گے کہ تمام فقہاء وعلماء کا اجماع ہے اس پر کہ کبائر تو بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس لیے اچھا ہے کہ عید کے چاند سے پہلے اور آپ مسجد میں بیٹھتے ہیں نماز کے انتظار میں، قرآن شریف پڑھتے ہیں، سوچ کر کے کہ کوئی کبیرہ گناہ آپ سے ہوا ہے، خدانخواستہ احتیاطاً کہتا ہوں، تو کوئی کبیرہ گناہ ہوا ہو، اس سے توبہ کریں، توبہ کرنا فرض ہے، ضروری ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنا بھی ایک ذکر ہے، جیسے اللہ اللہ کہہ دیا، سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر کہہ دیا، اور کوئی ذکر کہہ دیا، ایسے ہی یہ توبہ، یا اللہ! میری توبہ، یا اللہ! میری توبہ، نہیں! یہ فرض ہے۔ اگر کبیرہ گناہ کیا ہے، تو توبہ کرنا فرض ہے، سوچ کر کے، یاد کر کے کہ زندگی میں کوئی گناہ کبیرہ ہوا ہے، اس کی اللہ سے توبہ کرے، اللہ سے معافی مانگے، اس کے یقین کے ساتھ کہ یا اللہ! مجھ سے فلاں وقت یہ گناہ ہوا ہے، میں توبہ کرتا ہوں، میرے اس گناہ کو معاف فرما۔

اس طرف بہت کم لوگ توجہ دلاتے ہیں اور کم توجہ کی جاتی ہے، جن چیزوں سے دنیاوی ترقی ہوتی ہے انہی کو زیادہ کہا جاتا ہے، یہ دینی باتیں کہنے والے کم ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ کبائر سے توبہ کریں۔

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کیجیے!

اور ایک مسئلہ یہ بھی ہے، علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حقوق العباد اپنی توبہ سے معاف نہیں ہوتے، یہاں تک کہ جس جس سے متعلق ہیں، وہ حقوق وہ معاف کرے، اس لیے اگر حقوق العباد ہیں، کسی سے آپ نے قرض لیا تھا، آپ نے دیا نہیں، اور انکار کر رہے ہیں، کسی سے کوئی چیز مستعار لی تھی، اب آپ دیتے نہیں، کسی کی زمین پر آپ نے قبضہ کر لیا ہے، اور اسی طرح جن کا تعلق لوگوں سے ہے، بندہ سے ہے، ان کی ملکیت اور حق شرعی سے ہے، ان سے معاف کروائیے، چاہے آپ اس میں جتنی توہین محسوس کریں اور چاہے جتنا جھکنا اور دبنا پڑے، خوشامد کرنا پڑے، یہ بھی ضروری ہے، یہ کام بھی عید سے پہلے ہوجائے تو اچھا ہے، اور یہی دو تین دن ہیں، آپ کے ذمہ کتنے حقوق ہوں گے، نہ کوئی آپ

بادشاہ ہیں، نہ سلطان ہیں، نہ آپ کوئی صدر جمہوریہ ہیں، وزیراعظم، نہ وزیراعلیٰ ہیں اور نہ کسی بڑے محکمہ کے کوئی بڑے افسر ہیں، ان کے ذمہ تو سینکڑوں بیسیوں حقوق ہوسکتے ہیں، وہ جانیں ان کا کام، لیکن ہم آپ جو ہیں، کسی کے ذمہ دو حقوق العباد ہوں گے، کسی کے ذمہ تین، کسی کے ذمہ چار یا اس سے زائد، تو یہ بھی معاف کرالیجیے، ہم مسائل کی باتیں بتارہے ہیں، بنیادی باتیں، کہ اگر یہ چیزیں دھیان میں نہ آئیں تو خدا کے یہاں قیامت کے دن دینا ہوگا، اور دیکھیے! یہاں تک آتا ہے کہ کسی کے ذمہ کوئی حق رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو دلائے گا، اس وقت نہ روپیہ ہوگا، نہ پیسہ ہوگا، تو کیسے دلائے گا؟ ایسے کہ اس کی نیکیاں جس کے ذمہ حقوق العباد ہیں، اس کو دے دی جائیں گی جس کا حق ہے، اگر ہم نے کسی سے کوئی رقم لی ہے، تو قیامت میں ہمارے پاس رقم تو ہوگی نہیں، نماز روزہ یا اور کوئی نیکی ہماری (اللہ محفوظ رکھے) اس کو دیدی جائے گی اور ڈرنے کی بات تو یہ ہے کہ جب اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی، تو اس کی برائیاں لے کر اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دی جائیں گی، بڑے ڈرنے کی بات ہے۔

تو پہلی چیز جو ہم نے کہی، کبائر سے توبہ، حقوق العباد سے معافی مانگنا، اور اس کا تصفیہ کرلینا جلد سے جلد، اور عید سے پہلے کرلیں تو اور اچھا، اگر وہ صاحب یہاں نہ ہوں جن کا حق آپ کے ذمہ رہ گیا ہے تو آپ فکرمند رہیں، بے چین رہیں، پریشان رہیں، کہ کہاں ملیں گے ہم ان سے معاف کرالیں، یہ سب منصوصات شرعی ہیں، قرآن وحدیث کی باتیں ہیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

☆☆☆☆☆

دریائے رحمت جوش میں ہے!

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ کے کتنے مخلص ومقبول بندے ہیں جن کے لیے یہ رمضان بلا کسی مبالغہ کے عید سے کم نہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ:

"العید ساعات ورمضان کلہ عید" (عید تو چند گھنٹوں کی ہوتی ہے لیکن رمضان تو پورا عید ہے)۔

یہ وہ مبارک اور خوش نصیب لوگ ہیں جن کے لیے رمضان حقیقتاً بہار کا زمانہ ہے اور وہ اس مہینہ میں عمل صالح کے میدان میں اتنی طویل مسافت طے کرلیتے ہیں، جس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، ان کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی اور چیز دیکھ رہے ہیں، اور کوئی اور چیز سن رہے ہیں، ان کا جسم ضرور یہاں ہے لیکن ان کا دل کسی اور جگہ ہے، وہ ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس کی قیمت سمجھتے ہیں، اور غیر دینی مشغولیت ان کے لیے اس زمانہ میں انتہائی ناگوار اور شاق ہوتی ہے، اور اگر ہم کچھ بھی کوشش کریں اور جن چیزوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، ان کا اس مہینہ میں اہتمام کریں اور یہ سمجھ کر کچھ دن محنت کرلیں کہ یہ شب وروز جو گذر رہے ہیں، دوبارہ لوٹنے والے نہیں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے امید ہے کہ وہ ہماری دستگیری کرے گی اور ہمارے وہ سب کام آسان کردے گی جو آج ہمیں اپنی دینی کمزوری کی وجہ سے پہاڑ معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے لیے طلب صادق، دل دردمند اور کچھ سعی وعمل شرط ہے، اگر یہ موجود ہے تو ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت اس وقت بھی جوش مارنے کے لیے تیار ہے اور اس کی نظر کرم بڑے بڑے آلودہ دامنوں اور غفلت شعاروں، کوتاہ عمل والوں کو قسمت آزمائی کی دعوت دے رہی ہے، اور ان کے انفعال وندامت کی بڑی سے بڑی قیمت لگارہی ہے:

ہنوز آں ابر رحمت در افشاں است
خم و خم خانہ با مہر و نشان است

☆☆☆☆☆

یادوں کے چراغ

مولانا رحمانیؒ - ایک ملی قائد و رہنما شخصیت

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمۃ اللہ علیہ ایک اہم اور بڑے دینی خانوادہ کے فرد تھے، ان کے دادا حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ نے دعوتِ دین اور خدمتِ ملت کا بڑا کام انجام دیا تھا اور علماء کی ایک جماعت کے ساتھ ندوۃ العلماء کی بنیاد رکھی، پھر اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے حکم پر بہار ہجرت کی اور مونگیر میں طرح اقامت ڈالی جو ایک طرف رشد و ہدایت اور دینی تربیت کا مرکز بنا تو دوسری طرف وہاں سے درس و افادہ کا سلسلہ بھی جاری ہوا، یہ وہ حالات تھے جب بہار عیسائیت اور قادیانیت سے متاثر ہو گیا تھا، حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ نے اپنے خلفاء، مریدین اور تلامذہ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا اور دعوت و اصلاح اور دینی ارشاد و تربیت کا بڑا عظیم کام انجام دیا، حضرت مونگیریؒ کے صاحبزدگان اور خلفاء نے بعد میں اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔

آخر میں ان کے صاحبزادوں میں سب سے چھوٹے صاحبزادہ مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ نے مسند سنبھالی اور جامعہ رحمانی کو ایک مشن اور تحریک کی شکل دی اور خدمت دین و ملت اور تحفظ شریعت کے کام کو اچھے اور مؤثر انداز سے آگے بڑھایا، مسلمانوں کی دینی فلاح و بہبود کے لیے قائم امارت شرعیہ متحدہ بہار واڑیسہ کے چوتھے امیر منتخب ہوئے، پھر اپنے رفقاء اور ملک کے ممتاز علماء و مقتدر شخصیات کو لے کر ۱۹۷۳ء میں آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ جیسا مسلمانان ہند کا نمائندہ ادارہ قائم کیا اور اس کے جنرل سکریٹری منتخب ہوئے، انہوں نے اس کے ذریعہ پورے ملک میں تحفظ شریعت اور مسلم بیداری کا عمل اس انداز میں کیا کہ یہ ادارہ مسلمانوں کی سب سے بڑی طاقت بن گیا جس کی حیثیت کو حکومت، میڈیا اور برادران وطن نے بھی تسلیم کیا اور دوسرے ملکوں کے لیے بھی اس کی اچھی نظیر قائم ہوئی، وہ بورڈ کے قیام کے وقت سے اس کے جنرل سکریٹری رہے اور ان کے صاحبزادہ مولانا سید محمد ولی رحمانی بحیثیت سکریٹری ان کے معاون اور ساتھ رہے۔

ان کی یہ خصوصیات ان کے صاحبزادہ مولانا سید محمد ولی رحمانی کو حاصل ہوئیں جو جامعہ رحمانی کے ناظم اعلیٰ و سرپرست، خانقاہ رحمانی کے سجادہ نشیں، امارت شرعیہ کے ساتویں امیر شریعت اور آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری تھے اور ان تمام میدانوں میں انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ انہوں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری جنرل کی حیثیت سے بڑی ذمہ داری انجام دی اور بعض پیچیدہ معاملات کو حل کرنے میں ان کی کوششوں سے بڑی کامیابی ملی، مرحوم ایک طرف دینی علوم کے لحاظ سے ایک بڑے عالم تھے، دوسری طرف ملکی حالات کو سمجھنے اور ان کے حل کے سلسلہ میں مفید طریقۂ کار اختیار کرنے کی بڑی صلاحیت رکھنے والے دوراندیش ملی قائد تھے اور تیسری طرف دینی تربیت کے مقام امارت شرعیہ کے امیر تھے، خانقاہ رحمانی مونگیر میں دینی تربیت اور تزکیہ و ارشاد کی سرپرستی کرتے تھے، اس طرح ان کی وفات تینوں پہلوؤں سے امت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے۔

مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ نے عصری تعلیم کا ایک بڑا ادارہ رحمانی فاؤنڈیشن ۱۹۹۶ء میں قائم کیا جو مختصر مدت میں ملک کے ایک مثالی ادارہ کے طور پر اپنی شناخت بنانے میں کامیاب رہا، اس ادارہ نے متعدد تعلیمی کورسیز شروع کیے اور دو سو سے زائد مکاتب رحمانی قائم کیے اور اعلیٰ تعلیم کے لیے راستہ ہموار کرنے کے لیے "رحمانی تھرٹی" قائم کیا، ۳۰؍ طلبہ کی رہنمائی سے شروع ہونے والے اس ادارہ کے تحت اب تک سیکڑوں طلبہ آئی آئی ٹی اور میڈیکل میں داخلہ پاکر اپنے مستقبل کو سنوار چکے ہیں، مسلمان بچوں کو تعلیم کی روشنی سے آراستہ کرکے انہیں ملت کا کامیاب فرد بنانے کے ساتھ ہی مولانا مرحوم نے ملک کی بھی بہترین خدمات انجام دیں، مرحوم کو مسلمانوں کے ملی، سماجی اور سیاسی معاملات سے بھی بڑی دلچسپی تھی اور ان کو بہار کی صوبائی اسمبلی میں بھی طویل عرصہ تک نمائندگی کا موقع ملا اور کچھ مدت ڈپٹی چیئرمین بھی رہے۔

مولانا سید محمد ولی رحمانی متعدد اداروں کے رکن، صدر، نائب صدر اور بہت سے تعلیمی، سماجی، دعوتی اور دینی مرکزوں کے سرپرست تھے، ہمارے ندوۃ العلماء کی مجلس انتظامی کے رکن بھی تھے، اس میں ان کی مفید آراء سامنے آتیں اور تقویت کا باعث بنتی تھیں، مرحوم نے ہمارے رابطہ ادب اسلامی اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے متعلق بعض سمیناروں میں اپنی نگارشات کے ساتھ شرکت کی تو محسوس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قلم و زبان دونوں کی اچھی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

۲۰۰۳ء میں انہوں نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا مونگیر میں اجلاس رکھا تھا، جو ارکان کے انتخاب کا بھی اجلاس تھا، اس وقت وہ بورڈ کے

سکریٹری تھے اور اجلاس کے داعی و میزبان بھی، جامعہ رحمانی مونگیر میں بورڈ کا یہ بڑا کامیاب اجلاس ہوا اور اس کا جلسۂ عام ضلع ارریہ میں منعقد کیا تھا جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی تھی اور ان دونوں جگہوں پر بورڈ کے صدر کی حیثیت سے راقم سطور نے بھی شرکت کی تھی، آخر میں ابھی کچھ عرصہ قبل انہوں نے اپنے عالی مرتبت وجلیل القدر دادا اور عظیم مصلح حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا اور راقم سطور سے بھی مقالہ طلب کیا تھا جو حضرت مونگیریؒ کا حق سمجھ کر تحریر کیا گیا، اگرچہ اپنی کمزوریٔ صحت کی وجہ سے اس سمینار میں شرکت سے محروم رہا۔

یہ ان کا جذبۂ احسان مندی وتشکر تھا کہ جب وہ امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ منتخب ہوئے اور مادر علمی ندوۃ العلماء تشریف لائے تو ان کے اعزاز میں ندوۃ العلماء کی مسجد میں ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں انہوں نے برملا یہ اعتراف کیا کہ ان کو ندوۃ العلماء کی چہار دیواری میں کچھ عرصہ قیام سے جو فائدہ پہنچا، اس میں انشاء وتحریر کا فائدہ خاص طور پر قابل ذکر ہے اور یہاں کے اساتذہ کا بھی ذکر کیا اور اپنے ندوہ کے زمانۂ قیام میں قائم مقام مہتمم اور مؤقر استاد مولانا ابو العرفان خان ندوی کے سانحہ وفات سے متاثر ہو کر ایک تفصیلی مضمون سپرد قلم کیا جس میں ان کی سرپرستی میں ندوہ سے استفادہ کی تفصیل ذکر کی ہے، اسی طرح دار العلوم دیوبند سے تعلیم واستفادہ کا جو تعلق رہا اس کا بھی انہوں نے ہمیشہ خیال رکھا، انسان کی دینی وعلمی ترقی میں یہ چیز بڑی مؤثر وکارگر ہوتی ہے اور اس کی بڑی برکات ظاہر ہوتی دیکھی گئی ہیں۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک برائے تحفظ شریعت میں انہوں نے اپنے والد ماجد مولانا شاہ سید منت اللہ رحمانیؒ کے ساتھ حصہ لیا تھا، چونکہ وہ جنرل سکریٹری اور یہ اس کے سکریٹریوں میں سے ایک سکریٹری تھے، اس لیے ان کی حیثیت ایک ذمہ دار کی بھی ہوتی تھی، بعد میں جب مولانا سید نظام الدین رحمہ اللہ بورڈ کے جنرل سکریٹری ہوئے تو مولانا سید محمد ولی رحمانی پر سکریٹری کی ذمہ داری کے ساتھ اصلاح معاشرہ کی تحریک کی اضافی ذمہ داری بھی ڈالی گئی، جس کے پورے ملک پر اثرات پڑے اور اس کے ملک بھر میں حلقے قائم ہوئے اور خواتین کے لیے بھی ایک سیکشن قائم کیا گیا جس نے مولانا ولی رحمانی کی سرپرستی میں کام کیا۔

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جب اسلامی قانون کی ترتیب کا عمل شروع کرایا اور اس کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تو اس میں مولانا سید محمد ولی رحمانی کا بھی نام تھا، انہوں نے اس کا دوسرا ایڈیشن بعض اہم اضافات کے ساتھ شائع کرایا، بورڈ کے مونگیر اجلاس میں بعض اہم کتابیں وہ مجلس استقبالیہ کی طرف سے سامنے لائے، جس میں حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی جنرل سکریٹری بورڈ کے خطبات وتحریروں کے اہم مجموعوں کے علاوہ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ صدر بورڈ کے خطبات کا مجموعہ ''جہد مسلسل'' بھی قابل ذکر ہے، جو بعد میں ''خطبات مسلم پرسنل لا بورڈ'' کے نام سے مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ سے شائع ہوا۔

مولانا اپنے اسلاف کے فکر وعمل کے سچے ترجمان تھے اور حق بات کہنا ان کا مزاج تھا، حکومت کے فیصلوں پر بیباک رائے کا اظہار کرنے کے لیے مشہور تھے، ساتھ ہی اپنی ہر تقریر میں مسلمانوں پر خاص زور دیتے تھے کہ وہ بھوک برداشت کریں؛ مگر اپنے بچوں کو تعلیم ضرور دلوائیں کیونکہ اسی کے ذریعہ انسان اچھا انسان بنتا ہے اور اچھا مسلمان بننے کے لیے سبھی انسانوں کے تئیں دل میں محبت ہونا ضروری ہے، ظاہر سی بات ہے کہ بہتر انسان بننے کی راہ تعلیم ہی ہموار کرتی ہے اور اس سے دل میں دردمندی اور دوسروں کے لیے محبت اور اخلاص کا جذبہ پروان چڑھتا ہے۔

مولانا مرحوم کی وفات کو ملت کے سبھی حلقوں نے ایک بڑے خسارہ کے طور پر محسوس کیا کہ یہ حادثہ ایسے حالات میں پیش آیا جب امت کو ان کی بڑی ضرورت تھی، جنازہ میں غیر معمولی ہجوم تھا، جس میں ان لوگوں کی بڑی تعداد تھی جن کا ان سے اور ان کے خاندان کے بزرگوں سے محبت وعقیدت اور بیعت وارادت کا تعلق رہا ہے، ندوۃ العلماء سے ایک وفد نے شرکت کی جس میں جناب شاہد حسین، مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی، عزیزی محمود حسن حسنی ندوی اور دوسرے حضرات تھے جو جنازہ اور تدفین میں شرکت کر کے آئے۔

مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمہ اللہ نے اپنے جن اولوالعزم اسلاف اور اساتذہ اور سلسلہ کے مشائخ کا طریقہ اختیار کیا تھا اور مختلف حیثیتوں سے امت کی اصلاح اور نئی نسل کی تعمیر کی جس مؤثر انداز سے فکر کی تھی، اسے ان کے جنازہ میں پروانہ وار لوگوں کے ٹوٹ پڑنے سے سمجھا جاسکتا ہے اور انھیں اپنے انہی بزرگوں کے پاس آخری جگہ بھی ملی جن کے مشن کو آگے بڑھانے میں انہوں نے پوری عمر جہد مسلسل سے کام کیا۔ اللہ تعالی آگے بھی اس سلسلہ کی برکات جاری رکھے اور اس ادارہ وخانوادہ اور یہاں کی شخصیات سے کام لیتا رہے۔

مولانا رحمانیؒ کے دو صاحبزادگان ہیں، پہلے سید شاہ احمد ولی فیصل رحمانی اور دوسرے سید حامد ولی فہد رحمانی، اللہ تعالی انہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چلائے اور خوب کام لے، آمین۔

☆☆☆☆☆

عمل پیہم

صبر کی اہمیت اور اس کا مقام

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی

غور کیجیے تو زندگی کا ہر شعبہ صبر واستقامت کے فیض کا رہین منت ہے، بلکہ ایمان وعمل صالح اور اس کے مفید ثمرات ونتائج کا ظہور صبر کے بغیر ناممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامی نے صبر کی اہمیت پر پورا زور دیا ہے اور کتاب وسنت میں صبر کی ترغیب اور اس کو اختیار کرنے کی طرف بار بار توجہ دلائی گئی ہے، کہیں فرمایا گیا ہے: "يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا، وَصَابِرُوا" [آل عمران:۲۰۰] (مومنو! صبر کرو اور اس پر جمے رہو)، کہیں فرمایا گیا ہے کہ "وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ" [بقرہ:۱۵۵] (صبر کرنے والوں کو بشارت ہو) اور کہیں صبر کرنے والوں کو پورے اجر دیے جانے کا وعدہ فرمایا گیا ہے اور کہیں اسے عزم مومن کی نشانی بتایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں مندرجہ بالا مضامین کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی صبر کے امتحان کا بہت سی آیتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

حقیقت ایمان کے ساتھ صبر بھی ایک ایسی ناگزیر ضرورت ہے جس کے بغیر مومن کا منزل مقصود تک پہونچنا سخت دشوار ہے، انبیاء کرام علیہم السلام نے صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھام کر اپنا تبلیغی مشن انجام دیا، اگر ان کی زندگی میں صبر کا عنصر بھرپور نہ موجود ہوتا اور وہ اس کو ہمہ دم نہایت سرگرمی سے اپنے اوپر نافذ نہ فرماتے تو اتنے دشوار گذار مراحل کو طے کر کے وہ کسی حال میں بھی کامیابی کی منزل تک نہیں پہونچ سکتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تاریخ نبوت صبر کے نہایت عظیم الشان اور درخشاں ترین باب سے مزین ہے، آپ نے صبر کا جو معیار قائم کیا اس کی مثال تاریخ کے کسی دور میں نہیں مل سکتی، اس سے یہ بات بالکل کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مقصد جتنا ہی اہم اور جس قدر پاکیزہ ہوگا صبر کی آزمائش اس میں اسی کے بقدر زیادہ ہوگی۔

زندگی کے کسی بھی اجتماعی یا انفرادی کام میں کامیابی کی منزل تک پہونچنے کے لیے صبر ایک بنیادی شرط ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ کسی فرد یا جماعت نے بڑی سرگرمی اور اہمیت کے ساتھ ایک مفید ضرورت کو پوری کرنے کے لیے منصوبہ بنایا اور اس کے پیچھے ساری طاقتیں لگادی گئیں اور بہترین صلاحیتیں اور قربانیاں اس کی راہ میں بے تکلف پیش کردی گئیں، مگر نتائج کے اعتبار سے اس میں ناکامی اس لیے ہوئی کہ وہ صبر واستقامت کے عنصر سے یکسر خالی تھا اور اس عنصر کے فقدان کے باعث آپس میں اختلافات ظاہر ہوئے، یا اگر انفرادی معاملہ ہوا تو دوسری جہات سے مخالفت میں آوازیں اٹھیں اور اس کام سے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا۔

صبر کو اپنانے اور اس کو عقیدہ کی پختگی کے ساتھ اختیار کرنے کا معاملہ بھی بہت صبر آزما ہے، اسی لیے مومن کی زندگی میں اس کی تربیت (Training) دینے اور اس کو دل کی گہرائیوں میں راسخ کرنے کے لیے ایک ایسے نصاب (Course) کی ضرورت ہے جو انسان کا تیار کیا ہوا نہ ہو، بلکہ منزل من اللہ ہو، اور بار بار اس کو دہرایا جاتا ہو، میں سمجھتا ہوں کہ ماہ صیام صبر کا وہ نصاب ہے جس کو سال میں ایک بار پوری قوت کے ساتھ دہرانے اور اس کو عملی طور پر زندگی میں نافذ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، صبر کا معاملہ اتنا اہم اور پیچیدہ اور مشکل نہ ہوتا تو شاید زندگی میں ایک بار سے زیادہ اس نصاب کو پورا کرنے کی ضرورت نہ پیش آتی لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں سے تیس دن تک مسلسل شب وروز عملی حیثیت سے نافذ کرنے اور اس پر سختی سے عمل درآمد کرنے کا حکم ہے۔

یہی وجہ ہے کہ زندگی کا کوئی بھی ادنی شعبہ صبر کے اہم کردار کے بغیر کامیاب نہیں قرار دیا جاسکتا، ایک مؤمن کو قدم قدم پر اس کی احتیاج ہوتی ہے اور وہ ایک کامیاب ومطمئن زندگی کا تصور ہی نہیں کرسکتا جب تک صبر کی دولت سے اس کا ظاہر وباطن معمور نہ ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس کے کہ آپ رسول تھے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر سختی سے عمل پیرا تھے اور صبر آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں وصف تھا، مگر بار بار صبر کرنے اور صبر کو اپنانے کا حکم دیا جارہا ہے کہ مبادا آپ کسی وقت اپنی قوم کی اذیت ناک تکلیفوں اور ناقابل برداشت اذیتوں کی وجہ سے گھبرا نہ جائیں اور دامن صبر ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے، اسی لیے "فَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ" اور "وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ" جیسے احکام کی تلقین میں قرآن کریم نے کسی لمحہ بھی کمی نہیں کی۔

صبر کی تربیت کے لیے رمضان کا مہینہ اور روزہ کا فریضہ نازل فرمایا گیا اور اس کی زبردست اہمیت کے پیش نظر رمضان کے مہینہ کو صبر کا مہینہ فرمایا گیا ہے، صبر کا ثواب جنت ہے، ارشاد ہے: ھو شھر الصبر، والصبر ثوابہ الجنۃ، یہ اس خطبہ کا ایک ٹکڑا ہے، جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کی آمد آمد پر دیا تھا، مشہور حدیث شریف میں صوم رمضان کو اسلام کا ایک

اہم اور بنیادی رکن قرار دیا گیا ہے، صاف صاف وارد ہے:

"بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله الا الله و أن محمداً رسول الله، و إقام الصلاة و ايتاء الزكاة والحج وصوم رمضان".

اگر آج کے مسلم معاشرہ میں دوسرے اور ارکان کو چھوڑ کر صرف آخری رکن رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا تناسب دیکھا جائے تو غالباً بہت مایوس کن نتیجہ برآمد ہوگا اور اچھے خاصے مسلم گھرانوں کے اکثر افراد اس دولت بے بہا سے محروم نظر آئیں گے، حالانکہ ان کو اس معیوب طریقۂ زندگی کا خوب احساس بھی ہے اور اس کے جو برے نتائج سامنے آتے ہیں، اس سے وہ دوچار بھی ہوتے ہیں لیکن وہ روزے کی پابندیوں پر صبر کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور انجام کار کے طور پر وہ ہر طرح کی ذلت، ناکامی اور بدحالی ومشقت کی مصیبت میں گرفتار ہیں، اگر سوال کیا جائے کہ آج مسلمانوں کی زندگی میں یہ انتشار کیوں ہے اور وہ ہر حیثیت سے اتنے پست وذلیل کیوں ہیں تو جواب میں یہ کہنا کچھ خلاف واقعہ نہیں ہوگا کہ ان کی زندگیاں صبر جیسے اہم ترین عنصر سے بالکل خالی ہیں اور وہ اپنے مقصد کی راہ میں کسی ادنیٰ درجے کی مشقت ومحنت کے خوگر بھی نہیں رہ گئے، کسی قسم کی تکلیف یا آزمائش گوارا کرنے کی ان میں قطعاً کوئی صلاحیت باقی نہیں رہ گئی ہے، جب کہ زندگی نام ہے مسلسل آزمائشوں کا اور صبر آزما مراحل سے ہمہ دم گذرنے کا، اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ "وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ، إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ" (مدد چاہو صبر سے اور نماز سے اور اصلاً اللہ تعالیٰ تو صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) [بقرہ:۱۵۵]۔

تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی میں صبر کی اہمیت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پوری توفیق عطا فرمائیں، آمین۔

☆☆☆☆☆

مکتوبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

راقم سطور نے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے مکتوبات کے جمع وترتیب کا کام حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے علم میں لاکر شروع کیا تھا، اب الحمد للہ مکتوبات کی پانچ جلدیں طبع ہوکر مقبول خاص وعام ہورہی ہیں، جلد ششم زیر طبع ہے اور جلد ہفتم کا کام ہورہا ہے۔

ان تمام حضرات سے درخواست ہے جن کے پاس حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ہیں، چاہے ان کے نام ہوں، یا ان کے بڑوں کے نام ہوں، وہ ان مکتوبات کو ارسال فرمادیں، اگر اصل خطوط بھیجے جائیں گے تو ان کی نقل کرکے کتب خانہ علامہ شبلی نعمانیؒ میں محفوظ کردیا جائے گا، اگر اصل خطوط نہ بھیجنا چاہیں تو ان کی فوٹو کاپی ارسال فرمادیں تاکہ آئندہ جلدوں میں وہ شامل کیے جاسکیں اور یہ قیمتی ذخیرہ محفوظ ہوجائے۔

محمد حمزہ حسنی ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنو
موبائل نمبر: 9838154415, 9453949221
E-mail: waseeqnadvi@gmail.com

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی دیدہ زیب طباعت

مکتوبات حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ	اول	مرتب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی	250/-
// // // // //	دوم	// // //	350/-
// // // // //	سوم	// // //	300/-
// // // // //	چہارم	// // //	400/-
// // // // //	پنجم	// // //	350/-
		کل میزان	1650/-
		مصارف مع ڈاک خرچ	1000/-

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوہ کیمپس، ندوۃ العلماء، لکھنؤ
فون نمبر: 0522-2741539، موبائل نمبر: 9889378176
ای میل: info@airp.org.in
ACOUNT N0: 10863759700
Academy of Islmic Research & Publication
State Bank of India, Main Branch, Lucknow (U.P)

ارشاد وتذکیر

اہل خانہ کی اصلاح وتربیت کے راستے

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدت درکار ہوتی تھی اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رونما ہوجاتا ہے، آج کے ماحول کا زیادہ نہیں پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کرکے دیکھئے، زندگی کے ہر شعبے میں کایا ہی پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار وخیالات سوچنے سمجھنے کا انداز، معمولات زندگی، معاشرے، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر شعبے میں ایسا انقلاب برپا ہوگیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہوجاتی ہے۔

کاش یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن حسرت اور شدید حسرت، افسوس اور ناقابل بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری الٹی سمت میں ہورہی ہے، کسی شاعر حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لیے کہا تھا، مگر آج یہ ہمارا اپنا حال بن چکا ہے کہ:

تیز رفتاری ہے لیکن جانب منزل نہیں

ہماری ساری تیز رفتاری بالکل مخالف سمت میں صرف ہورہی ہے، جن گھروں سے کبھی تلاوت قرآن کی آواز آیا کرتی تھی اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں، جہاں کبھی اللہ ورسول اور اسلاف امت کی باتیں ہوجایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیر بحث رہتے ہیں، جن گھرانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں، اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا جاتا تھا، اب وہاں نسلیں کی نسلیں سود، رشوت، اور قمار سے پروان چڑھ رہی ہیں، جو خواتین پہلے بغیر برقعہ کے باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہورہی ہیں، غرض اسلامی احکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصور کرکے بعض اوقات روح کانپ اٹھتی ہے، اس تشویشناک صورت حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس تحریر میں اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ پڑھا اور سمجھا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے گھر والوں کی دین اصلاح وتربیت سے بالکل بے فکر بیٹھ گئے ہیں، اگر آپ اپنے گردو پیش کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آئیں گی کہ ایک سربراہ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دیندار انسان ہے، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، سود، رشوت، قمار اور دوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے، اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے، لیکن اس کے گھر کے دوسرے افراد پر نگاہ ڈالئے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی، دین، مذہب، خدا، رسولؐ، قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یک لخت خارج ہوچکی ہیں، ان کی بڑی سے بڑی عنایت اگر کچھ ہے وہ یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرز عمل کو گوارا کرلیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں، کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کی قبضہ قدرت میں نہیں ہے، نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہوجاتا ہے، لیکن یہ فریضہ تو ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کردے، اگر کوشش کے باوجود راہ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بری ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دلی توجہ ہی نہیں کرتا اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کرکے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے چھوڑ دیا ہے تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بری نہیں ہے، اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہوجائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور آخر دم تک اس کی اصلاح نہ ہوسکی، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہ راست پر لانے کے لیے کیا کیا جتن کیے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لیے سفینہ ہدایت کے بجائے کفر وضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بری ہوگئے، لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لیے فکر وعمل کی اتنی توانائیاں صرف کررہا ہو؟

قرآن کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز واقارب اور اپنے

اہل خاندان کوراہ راست پرلانے کی کوشش بھی اس پرڈالی ہے، سرورکائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ احکام الٰہی پرکاربند کون ہوگا؟ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نبوت کے بعد جوسب سے پہلا تبلیغی حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ "وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ" اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قریبی اہل خاندان کو(عذاب الٰہی سے) ڈرایئے۔

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل خاندان کوکھانے پرجمع فرمایااورکھانے کے بعدایک مؤثرخطبہ دیاجس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں:

"یا فاطمة بنت محمد، یا صفیة بنت عبدالمطلب، یا بنی عبدالمطلب لا أملك لكم من اللّٰه شیئاً سلونی ما شئتم یا بنی عبدالمطلب انی واللّٰه ما أعلم شاباً من العرب جاء قومه بأفضل ما جئتكم به انی قد جئتكم بخیری الدنیا والآخرة وقد أمرنی اللّٰه أن أدعوكم الیه فأیكم یؤازرنی علی هذا الأمر علی أن یكون أخی" (اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے حق میں کوئی اختیار نہیں، تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مانگ لو، اے بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کرآیاہوں، مجھے عرب میں کوئی جوان ایسامعلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر کوئی شے لایاہو، میں تمہارے پاس دنیااورآخرت کی بھلائی لایاہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کواس کی طرف دعوت دوں، تم میں سے کون ہے جواس کام میں میرے ہاتھ مضبوط کرے اوراس کے نتیجے میں میرا بھائی بن جائے)۔
[تفسیرابن کثیر:ج۳/ص۲۳۵۰]

اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کوخود عذاب الٰہی سے بچنے کی تاکید فرمائی وہاں گھر والوں کوبھی اس سے بچانے کی ذمہ داری ان پرعائد کی ہے، ارشاد ہے: "یَا اَیُّهَا الَّذِیۡنَ آمَنُوۡا قُوۡا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِیۡكُمۡ نَارًا" [تحریم:٦] (اے ایمان والو! اپنی جانوں کواوراپنے گھر والوں کوآگ سے بچاؤ، نیز ارشادفرمایا: "وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَيۡهَا" [طٰہٰ:۱۳۲] (اوراپنے گھروالوں کونماز کاحکم دواورخود بھی اس کی پابندی کرو)۔

قرآن وحدیث کے یہ واضح احکام اورانبیاء علیہم السلام کی یہ سنت جاریہ اس بات کوثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اوراپنے گھروالوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے، اوردرحقیقت اس کے بغیرانسان کاخوددین پرٹھیک ٹھیک کاربندرہناممکن ہی نہیں ہے، اگرکسی شخص کا ساراگھریلوماحول دین سے بیزاراورخداناآشنا ہو، تو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنادیندارکیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرورمتاثرہوگا، اس لیے خود اپنے آپ کواستقامت کے ساتھ صراط مستقیم پررکھنے کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اپنے گردوپیش کوفکروعمل کے اعتبار سے اپناہم مشرب بنایاجائے۔

آج ہمارے بگاڑکی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اس فریضہ سے یکسرغافل ہوچکے ہیں، بڑے بڑے دیندار گھرانوں میں نئی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج از بحث ہوگئی ہے اوراگلے وقتوں کے لوگ حالات کے آگے سپرڈال کراپنے اولادکوزمانہ کے بہاؤپرچھوڑچکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تواپنے اہل خانہ کودینی رنگ میں رنگنے میں بڑی کوشش کی، لیکن زمانہ کی ہواہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ ونصیحت کاان پرکچھ اثرنہ ہوا، مگربعض اوقات یہ خیال شیطان کے دھوکے کے سواکچھ نہ ہوتا، سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے اضطراب اورکتنی دلسوزی کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں، اگرآپ کی اولادجسمانی طورپر بیمار ہوجائے یااس کاکوئی عضوخدانہ کرے آگ میں جلنے لگےتوآپ اپنے دل میں کتنی تڑپ محسوس کرتے ہیں، اوریہ تڑپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کرالیتی ہے، سوال یہ ہے کہ کیااپنی اولادکوگناہوں میں مبتلادیکھ کربھی کبھی آپ نے اتنی تڑپ محسوس کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لیے کرتے ہیں توبلا شبہ آپ نے اپنافریضہ اداکردیا، لیکن اگرآپ نے اپنے گھروالوں کودینی تربیت میں اتنی لگن، ایسے جذبےاور اتنی کاوش کامظاہرہ نہیں کیاتوکیاوجہ ہے کہ ایک معمولی سی آگ کواپنے بچے کےقریب دیکھ کرآپ کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں، اورجہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤکی کوئی صورت نہیں، اسےآپ اپنی اولادکے سامنےمنہ کھولےدیکھتے ہیں، مگرآپ کی محبت وشفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگرآپ اپنے ننھے سے بچے کے ہاتھ میں بھراہواپستول دیکھ لیتے ہیں تواس کے رونے دھونے کی پرواہ کیے بغیرجب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں، چین سے نہیں بیٹھ سکتے، لیکن کیاوجہ ہے کہ جب وہی اولادآپ کودینی تباہی کے آخری سرے پرنظرآتی ہے، توآپ صرف ایک دومرتبہ زبانی وعظ ونصیحت کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فریضہ اداکردیا، سوال یہ ہے کہ کیاآپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کےساتھ اپنے گھرکی اصلاح کی مؤثرتدبیریں سوچی ہیں، جس لگن اوردلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لیے روزگارتلاش کرتے ہیں، کیااتنی لگن کے ساتھ اس کی تربیت کے راستے تلاش کیے ہیں؟ جس خضوع وخشوع اورسوزِقلب کے ساتھ آپ ان کی صحت کے لیے دعائیں کرتے ہیں، کیااسی طرح آپ نے ان کے لیےاللہ سے صراط مستقیم طلب کی ہے؟ اگران میں سےکوئی کام آپ نےنہیں کیاتوآپ کواپنےاہل خانہ کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے کاکوئی حق نہیں پہنچتا۔

☆☆☆☆☆

یاد رفتگاں

آہ! مولانا سید محمد ولی رحمانی رحمہ اللہ

● ....مولانا آفتاب عالم ندوی

خانقاہ رحمانی مونگیر کے زیب سجادہ، امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ اور جھارکھنڈ کے امیر شریعت، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سکریٹری جنرل، رحمانی تھرٹی کے فاؤنڈر، ممتاز علم دین، صاحب قلم خطیب، سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک، امت مسلمہ اور ہندوستانی اقلیتوں کے مسائل ومشکلات سے واقف، صدیوں پر محیط دینی خدمات کا پس منظر رکھنے والے خاندان کے چشم وچراغ مولانا سید محمد ولی رحمانی کا ۱۳/اپریل ۲۰۲۱ء بروز سنیچر بعد نماز ظہر انتقال ہوگیا، ہم سب اللہ کے بندے ہیں اور ہم سب کو لوٹ کر اسی کے پاس جانا ہے۔

ادھر کئی روز سے لوگوں کی طرف سے ان کے لیے دعائے صحت وشفاء کی اپیلیں جاری ہورہی تھیں، درمیان میں کبھی امید افزا خبر آتی اور کبھی تشویشناک، کھٹکا لگا ہوا تھا کہ آج ان کے سانحۂ وفات کی خبر نے چند منٹوں میں پوری دنیا میں کہرام مچادیا، ایسے وقت میں جب ملت اسلامیہ ہندیہ آزادی کے بعد انتہائی مشکل اور کٹھن دور سے گزر رہی ہو، صرف کوئی تنظیم، صرف کوئی خاص سرکاری مشینری ہی نہیں بلکہ خود حکومت اور اس کی سرپرستی میں غیر سرکاری بہت سی تنظیمیں، ایک خاص کمیونٹی کا ایک با اثر بڑا طبقہ اور سرکاری ایجنسیاں مسلم اقلیت کو نشانہ بنا رہی ہوں، صدیوں کا انتقام لینے، انہیں شناخت سے محروم کرنے، معاشی اعتبار سے کمر توڑنے، آئین کو پس پشت ڈال کر اسلامی قانون کو بدلنے کی کوشش کررہی ہوں، ایسے مشکل وقت میں مولانا سید محمد ولی رحمانیؒ جیسے صاحب بصیرت اور نڈر وبے باک شخصیت کا اٹھ جانا یقیناً بہت بڑا نقصان ہے، ایسا نقصان جس کی تلافی بظاہر موجودہ وقت میں ناممکن نظر آتی ہے، یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا میں جو بھی آتا ہے اسے ایک دن دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے، اللہ کی طرف سے دنیا میں رہنے کا اس کا وقت بھی متعین ہوتا ہے، ایک سیکنڈ نہ زیادہ رہ سکتا ہے اور نہ ایک سیکنڈ کم، اس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہے، ہزاروں لوگ ہر طبقے سے اور ہر عمر میں روز ہی اس دنیا سے جارہے ہیں، لیکن ہر آدمی کا جانا ایسا نہیں ہوتا ہے کہ اعزاء واقارب اور اہل خاندان کے علاوہ کسی کو دکھ ہوتا ہو، کوئی متاثر ہوتا ہو، لیکن انہی جانے والوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں کہ پوری قوم، پورا ملک اور جس طبقہ سے اس کا تعلق ہوتا ہے وہ پورا طبقہ ہل جاتا ہے، ہزاروں لوگ سائے سے محروم ہوکر چلچلاتی دھوپ میں آجاتے ہیں، آنکھیں رکنے کا نام نہیں لیتیں، دل ودماغ سے اس کی جدائی کا صدمہ ہٹائے نہیں ہٹتا۔

مولانا سید محمد ولی رحمانی اسی طرح کی ایک ممتاز اور بلند مقام شخصیت کا نام ہے، کتنے ہی ادارے ان کی سرپرستی اور براہ راست ان کی نگرانی میں رواں دواں اور پھل پھول رہے تھے، اللہ ان کا نگہبان ومحافظ ہو، ان کی گفتگو اور تحریر دونوں دوٹوک واضح اور مدلل ہوتی تھی، کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوتے، کسی بھی موضوع پر گفتگو کرتے تو پوری طاقت اور وضاحت کے ساتھ کرتے، گول مول اور گھما پھرا کر بات کبھی نہ کرتے، تین طلاق کے مسئلے پر جب حکومت محض ضد اور ایک طبقے کو خوش کرنے کے مقصد سے بل پیش کررہی تھی مولانا مرحوم نے سخت محنت کی اور پورے ملک کا دورہ کرکے اور ہر طرح کے وسائل استعمال کرکے کروڑوں کی تعداد میں خواتین کے دستخط حکومت کو بھجوائے، خواتین کے بڑے بڑے جلوس نکلوائے، مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری کی حیثیت سے انہوں نے ملک کے لیے جو کام کیے، بیماری کے باوجود جس طرح محنت کی اس کا صلہ انہیں آخرت میں بھرپور ملے گا ان شاء اللہ، مولانا مرحوم وقت کے تقاضوں کو خوب سمجھتے تھے، موجودہ عہد ملت سے کیا چاہتا ہے ان کے ذہن میں واضح تھا، انھیں یقین تھا کہ جب تک مسلمان تعلیم میں آگے نہیں بڑھیں گے، اعلیٰ اور ٹیکنیکل تعلیم میں مسلم نوجوانوں کا تناسب نہیں بڑھے گا، اس وقت تک قوم کی ترقی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

مولانا صرف گفتار کے غازی نہیں تھے، عملی طور پر منصوبوں کو زمین پر اتارنے اور خاکوں میں رنگ بھرنے کے لیے کتنے ہی مؤثر اقدامات کیے، بیماری کا حملہ ہونے سے ٹھیک پہلے جھارکھنڈ کا تاریخی دورہ ہوا، رانچی میں بڑی اہم میٹنگ ہوئی، اہل علم اور اہل ثروت کو عصری تعلیم کے لیے ادارے قائم کرنے اور اس میدان میں آنے کی ترغیب دی، امارت انٹرنیشنل اسکول کی اربا رانچی میں بنیاد رکھی، بعض اہل ثروت کو معیاری انگلش میڈیم اسکول قائم کرنے پر آمادہ کیا، جلسۂ سنگ بنیاد کے بعد میں نے قیام گاہ پر ملاقات کی اجازت چاہی، مولانا نے مغرب بعد کا وقت دیا،

راقم نے مغرب بعد ڈاکٹر مجید عالم کے یہاں ملاقات کی اور موجودہ صورتحال پر گفتگو کی، میں نے عرض کیا کہ آزادی کے بعد سے اب تک ملی مسائل کو حل کرنے کے لیے جو طریقۂ کار اور حکمت عملی اپنائی جاتی رہی ہے، کیا وہ اب بھی کارگر ہے، یا حکمت عملی اور طریقۂ کار میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے خیال میں تمام تنظیموں کے ذمہ داروں اور ملت کے لیے سرگرم لوگوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیے اور باہم تبادلۂ خیال اور مشورہ سے لائحۂ عمل طے کرنا چاہیے، مولانا کی طاقتور شخصیت اور دل سے نکلنے والی صدا نے رانچی کے مسلمانوں میں روح پھونک دی، کیا معلوم تھا کہ یہ صدا ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گی، اس بلبل کو اب کبھی نہیں دیکھ پائیں گے۔

ملت کی متعدد اہم باوقار محفلیں ان کے جانے سے سونی ہو گئیں، خصوصاً بورڈ کے صدر عالی وقار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم کو ان سے بڑی تقویت حاصل تھی، بورڈ میں اپنے عہدہ کی وجہ سے بھی اور حضرت مولانا مدظلہ سے مخلصانہ ذاتی تعلق کی وجہ سے بھی مولانا مرحوم بورڈ کی ذمہ داریوں کو اوڑھ لیتے تھے، حضرت نے اپنے تعزیتی بیان میں اس کا اظہار بھی کیا، اللہ بورڈ کی حفاظت کرے اور حالات و ضرورت کا مطابق رجال کار فراہم ہوتے رہیں، اللہ حکیم ہے، قادر ہے، مدبر ہے، اللہ سے ہمیں دعاء کرنی چاہیے کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام اور ملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے، آمین۔

☆☆☆☆☆

ایمانی کردار کے آب گینے

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

عن أبی ذر ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن. [رواہ الترمذی برقم ۱۹۸۷] حضرت ابوذر غفاری اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو، خطا ہو جانے کے بعد نیکی کر لیا کرو کہ وہ برائی کو مٹا دیتی ہے، اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔

اللہ عزوجل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جوامع الکلم کی خصوصیات سے نوازا تھا، مختصر الفاظ میں معانی کا دریا موجزن ہوتا تھا، اس خصوصیت میں آپ منفرد تھے۔

زندگی بے راہ روی کا شکار نہ ہو، صحیح رخ پر قائم رہے، اس کے لیے استحضار ضروری ہے، ہر وقت ہر جگہ ہر کام اور ہر معاملہ میں یہ خیال پختہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہم ہیں اور وہ ذات ایسی ہے کہ نگاہ میں چشم و ابرو کے اشارے بھی شمار کیے جاتے ہیں: یَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (وہ نگاہوں کی خیانت اور دلوں کے بھید کو بھی جانتا ہے)۔

لہٰذا اس استحضار کے بعد گناہ کا صدور ناممکن ہوگا اور پاکیزہ زندگی کا حصول آسان تر ہو جائیگا، اس کو تقویٰ کہا جاتا ہے، تقویٰ الگ سے کوئی عمل نہیں ہے، جس طرح نماز، حج اور زکوٰۃ اعمال ہیں، اسی طرح تقویٰ کوئی عمل نہیں، بلکہ اعمال کو سپورٹ اور قوت نیز قبولیت کی راہ تقویٰ کے ذریعہ ملتی ہے، تقویٰ ایک اینٹی وائرس ہے جو ایمان اور اعمال کو وائرس کے اثر سے بچاتا ہے اور دل کو مانجھ کر چمکا دیتا ہے، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اتق اللہ حیثما کنت (جہاں بھی رہو، اللہ سے ڈرتے رہو، تقویٰ اختیار کرو)۔

حدیث کا دوسرا جز ہمیں اپنی عملی زندگی میں حوصلہ عطا کرتا ہے۔ 'خود کردہ را علاج نیست' کے برعکس ہمیں یہ دعوت دیتا ہے کہ اگر چوک ہو جائے، خطا ہو جائے تو مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ اب یہ داغ کیسے دھلے گا، اللہ کے مواخذہ سے ہم کیسے بچیں گے، تو فرمایا گیا کہ برائی کے بعد، خطا کے بعد کوئی نیکی کر لیا کرو، وہ گناہ کے اثر کو زائل کر دے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: "إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ" (نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں)۔

حدیث کا تیسرا جز ہمیں اس انسانی وصف پر ابھارتا ہے جو تمام مخلوقات میں مابہ الامتیاز ہے جو حسن انسانی کا جھومر ہے جس سے اسکی ذات کو حسن و تجمل میسر آتا ہے، وہ اچھے اخلاق ہیں، اچھے اخلاق کا حامل جنت کے قریب ہے اور بداخلاق کا ٹھکانہ جہنم بتایا گیا ہے، لہٰذا اپنی زندگی کو اگر ہم آراستہ کرنا چاہتے ہیں اور قرب الٰہی کا فیضان اس میں دیکھنا چاہتے ہیں، ہمیں اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اچھے اخلاق کا مطلب ہے کہ جب اخلاق کو متاثر کرنے والی کوئی بات پیش آئے، اس وقت آدمی اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے۔

☆☆☆

اصلاح ودعوت

اطاعت کی فرحتیں اور رمضان کی برکتیں

تحریر: ایمان مغازی الشرقاوی

یہ حقیقی خوشی کا مقام ہے، ایسی خوشی جس کے سرور سے سینہ کھل جاتا ہے اور نفس راحت پاتا ہے یہ ایسی طویل اور وسیع وعریض دنیا وآخرت میں باقی رہنے والی فرحت ہے جو ہمیشہ مومنوں کے ساتھ رہتی ہے اور وہ کیوں اس کو محسوس نہ کریں جب کہ انھوں نے اپنے دلوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اطاعت سے روشن کرلیا ہے اور اپنے نفوس کو اس کی ہدایت کے فیض سے زینت دے دی ہے اور اس کے احساس نے انھیں خوب صورت بنا دیا ہے۔

ایک بندۂ مومن خوش ہوتا ہے مگر یہ قارون جیسی نہیں ہوتی کہ جسے خوش ہونے سے منع کرتے ہوئے کہا گیا تھا: "لَاتَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ" [القصص۲۸:۷۶] (پھول نہ جا، اللہ پھولنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔

اور نہ یہ اہل دنیا کی سی خوشی ہے جو دنیا کی زینت پاکر خوش ہوجاتا ہے: "وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ" [الرعد۱۳:۲۶] (یہ لوگ دنیوی زندگی میں مگن ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں ایک متاع قلیل کے سوا کچھ بھی نہیں)۔

اور نہ یہ منافقین کی خوشی کی مانند ہے جو بیٹھے رہ گئے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھاگ کر مسلمانوں کے لشکر سے پیچھے رہے تو اللہ نے قیامت تک ان کے لیے مذمت لکھ دی اور فرمایا: "فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ" [التوبہ۹:۸۱] (جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر خوش ہوئے)۔

اور نہ اہل باطل کی باطل روی پر خوشی ہے جو تھوڑی دیر کو بلند ہوتے ہیں اور پھر بکھر کر زائل ہوجاتے ہیں: "ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ" [المومن۴۰:۷۵] (یہ تمہارا انجام اس لیے ہوا ہے کہ تم زمین میں غیر حق پر مگن تھے اور پھر اس پر اتراتے تھے)۔

اور نہ یہ فرح (خوشی) اللہ کی نعمتوں کو پاکر پھول جانے والوں کی ہے جو اس پر فخر کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں پر اپنی بڑائی قائم کرتے ہیں اس کے شکر اور اپنے نفس کے تزکیے سے غافل ہوتے ہیں: "وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ" [ھود۱۱:۱۰] (اور اگر اس مصیبت کے بعد جو اس پر آئی تھی ہم اسے نعمت کا مزا چکھاتے ہیں تو کہتا ہے میرے تو سارے ولدر پار ہوگئے پھر وہ پھولا نہیں سماتا اور اکڑنے لگتا ہے)۔

سوال یہ ہے کہ مومنوں کی فرحت کو کیا چیز ممتاز کرتی ہے یہاں تک کہ اس فعل پر ان کی تعریف کی جاتی ہے اور وہ اس پر اجر پاتے ہیں؟

یہی وہ حقیقی فرحت ہے جس پر اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے خوش ہوتا ہے اور انھیں ثواب عطا کرتا ہے اور انھیں اس کی دعوت بھی دیتا ہے: "قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ" [یونس۱۰:۵۸] (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہو کہ (یہ اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی ہے کہ یہ چیز اس نے بھیجی اس پر تو لوگوں کو خوشی منانی چاہیے یہ ان سب چیزوں سے بہتر ہے جنھیں لوگ سمیٹ رہے ہیں)۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: قرآن اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی رحمت اسلام ہے، اور ان سے مروی ہے: قرآن اللہ کا فضل ہے اور اس کی رحمت ہے کہ اس نے تمھیں اس کے حاملین میں بنایا۔ [قرطبی] پس اللہ کی اس عظیم نعمت پر اس کی حمد ہے اس نے اسلام کی ہدایت دی اور قرآن کریم کی ایک آیت سیکھنا بھی مومنوں کو سرخ اونٹ پانے سے بڑھ کر خوشی عطا فرماتا ہے (سرخ اونٹ ملنا عربی ضرب المثل کے مطابق انتہائی قیمتی نعمت کا ملنا ہے)، یا جیسے انھیں سونے چاندی کے ڈھیر مل جائیں۔

ابن عاشور کہتے ہیں اس سے اخروی ودنیوی فضل مراد ہے، اخروی فضل تو ظاہر ہے اور دنیوی فضل سے مراد کمال نفس درست اعتقاد اور دل کا کمال پانے کی کوشش کرنا اور نیک اعمال کی جانب متوجہ ہونا ہے، یہ دنیا میں بھی راحت اور مسرور زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔

مسلمان کی زندگی میں اطاعت کی فرحت

اطاعت کی خوشی مسلمان کی زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرتی ہے خواہ وہ عمر کے کسی بھی حصے میں ہو یہ ہر روز دل کو تروتازہ رکھتی ہے بلکہ ہر گھنٹے اور ہر منٹ اور یہ بھی مبالغہ نہ ہوگا کہ اللہ کے ذکر کی فرحت ایسی ہے کہ بندے کو ہر سانس خوش رکھتی ہے اور اس فرحت کا کیا کہنا جو خیر کے موسم

میں فرحتوں سے ملاقات کرے اور خیر پر خیر جمع ہوجائے اطاعت پر اطاعت اور فضل پر فضل جیسا کہ رمضان کے مبارک مہینے میں ہوتا ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں جو اسے خوش رکھتی ہیں ایک افطار کی خوشی جب وہ افطار کرے اور دوسری رب سے ملاقات کے وقت خوشی۔

مسلمان کو اسلام کا ہر رکن ادا کرتے ہوئے فرحت کا احساس ہوتا ہے اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کلمہ شہادت کی ادائیگی ہے اس سے زیادہ خوشی اور کس بات کی ہوگی کہ انسان عبودیت اور نجات کے دروازے میں داخل ہوگیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے مومن و مسلم بندوں میں شامل ہوجائے وہ اللہ الملک الحق القوی کی بندگی کا شرف پاتا ہے، وہ بندے کو ذلت سے ہٹا کر بندگی کی عزت عطا کرتا ہے اور کمزوری کے بعد اسے طاقت عطا فرماتا ہے، وہ اسے انسیت اور رضا کے دامن میں پناہ دیتا ہے اور اس دروازے سے اس کے لیے خیر کے کئی دروازے کھول دیتا ہے جس کی خوشی میں روح تک جھوم اٹھتی ہے۔

جیسا کہ ابن قیم فرماتے ہیں: دل میں ایک غبار ہوتا ہے جو اللہ کے دل میں آنے ہی سے دھلتا ہے اور دل میں ایک وحشت ہوتی ہے اور وہ تنہائی میں اللہ سے انسیت ہی سے ختم ہوتی ہے اس میں غم بھی ہوتا ہے جو اس کی معرفت کے سرور اور صدق معاملہ ہی سے زائل ہوتا ہے اس میں قلق بھی ہوتا ہے جو اس کے ملنے سے باقی نہیں رہتا اور بھاگ جاتا ہے اس (دل) میں حسرتوں کے الاؤ بھی ہوتے ہیں جنھیں اس کے احکام پر عمل کرنے اور اس کے نواہی سے باز رہنے سے بجھایا جاسکتا ہے اس سے ملاقات کے وقت صبر کے احساس کو گلے لگانے سے اور اس میں شدید طلب کا احساس بھی پایا جاتا ہے اسے اسی صورت روکا جاسکتا ہے کہ وہ اور صرف وہی اس کا مقصود بن جائے اس میں فاقہ بھی ہے جسے اس کی محبت میں برداشت کیا جاسکتا ہے اس کی جانب انابت اور رجوع اور ہمیشہ اس کا ذکر کرتے رہنا اور اس سے اخلاص کی سچائی اسے دنیا بھر کی دولت بھی دی جائے تو وہ اس فاقے کو اس پر ترجیح دے۔ [مدارج السالکین]

ادائیگی نماز کے ساتھ فرحت

اسی طرح فرحتوں کا سلسلہ تسبیح کے دانوں کی طرح بقیہ ارکان اسلام میں بھی نظر آتا ہے کلمہ شہادت کے ساتھ روزانہ پانچ وقت کی نماز خوشیوں اور سرور کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے جب مسلمان اپنے رب سے سرگوشیاں کرتا ہے اور نماز میں اس کے سامنے خشوع سے کھڑا ہوجاتا ہے پس اس کی روح پرسکون ہوجاتی ہے اس کا نفس ڈھیلا پڑجاتا ہے اور رب کی معیت کی نعمت پر سرشار ہوتا ہے اور اس کے دل کی فرحتوں کا کیا کہنا، جب ہر نماز اس کے گناہ اس سے دور کرتی ہے انھیں جھاڑ دیتی ہے جیسا کہ ہمارے رب نے اس کی تاکید فرمائی ہے:

”وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفاً مِّنَ الَّیۡلِ اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكۡرٰی لِلذّٰكِرِیۡنَ“ [هود،۱۱:۱۱۴] (اور نماز قائم کرو دن کے دونوں سروں پر اور کچھ رات گزرنے پر درحقیقت نیکیاں برائیوں کو دور کردیتی ہیں یہ ایک یاد دہانی ہے ان لوگوں کے لیے جو خدا کو یاد رکھنے والے ہیں)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشخبری دی ہے: ”جب کوئی مسلمان فرض نماز کے لیے حاضر ہوتا ہے اور اس کے لیے اچھی طرح وضو کرتا ہے اور خشوع اختیار کرتا ہے اور اس کے آگے جھک جاتا ہے، تو وہ نماز اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے جب تک وہ کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب نہیں ہوا اور یہ تمام زمانے کے لیے ہے“ [مسلم]، اور نماز بذات خود بلند ہوکر اسے پاکیزہ کرتی ہے۔

”اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡهٰی عَنِ الۡفَحۡشَاءِ وَالۡمُنۡكَرِ“ [العنکبوت ۲۹:۴۵] (یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے)۔

اور یہ نماز اس کی پریشانیوں کے ازالہ اور غموں کے چھٹ جانے کا ذریعہ اور وسیلہ بنتی ہے: ”وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوۃِ وَاِنَّهَا لَكَبِیۡرَۃٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَیۡهِ رٰجِعُوۡنَ“ [البقرۃ ۲:۴۶] (صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک نماز ایک سخت مشکل کام ہے مگر ان فرماں بردار بندوں کے لیے مشکل نہیں ہے جو سمجھتے ہیں کہ آخر کار انھیں اپنے رب سے ملنا اور اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے)، پھر یہ قیامت کے روز اس کے لیے نجات کا قلعہ بنے گی، جس نے اس کی محافظت کی وہ اس کے لیے نور اور برہان بنے گی اور قیامت کے دن نجات کا ذریعہ بنے گی۔ [احمد]

زکوٰۃ کے ذریعہ پاک ہونے کی فرحت

رہا مال میں سے زکوٰۃ کا اخراج تو وہ بھی فرحت سے خالی نہیں ہے کیوں کہ اس میں نفس کی زکوٰۃ اور اس کی طہارت ہوتی ہے: ”خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّیۡهِمۡ بِهَا“ [التوبۃ ۹:۱۰۳] (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کرو اور (نیکی کی راہ میں) انھیں بڑھاؤ)۔ مومن زکوٰۃ کی

ادائیگی کرتے ہوئے رب کی اطاعت پر فرحت محسوس کرتا ہے، وہ اللہ کی نعمت کے حاصل ہونے پر خوشی محسوس کرتا ہے کہ اس نے اسے اتنا مال دیا کہ صاحب نصاب بنادیا اور اسے غریب اور مفلوک الحال بھائیوں کو مال ادا کرنے کا ذریعہ بنایا اور اس کے ذریعے ان کی حاجت کو پورا کروایا، وہ جب صدقہ دیتا ہے اور مسکین کو کھانا کھلاتا ہے، بوسیدہ لباس والے کو پوشاک پہناتا ہے، بے گھر کو ٹھکانا دیتا ہے تو اسے خوشی کا احساس ہوتا ہے، وہ یتیم کی کفالت کرتا ہے اور فقیر کو مال عطا کرتا ہے، بے روزگار کے لیے روزگار کا اہتمام کرتا ہے تو اپنے بھائی کی مدد کرتے ہوئے اور اس کی تکلیف کو دور کرتے ہوئے اسے عجیب فرحت کا احساس گھیر لیتا ہے، رہا آخرت کا اجر تو وہ اسے اور بھی راحت پہنچائے گا اور شدید فرحت کا احساس دلائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''صدقہ رب کے غصے کو بجھاتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے [صحیح ابن حبان] مزید فرمایا: صدقہ اپنے دینے والے کی قبر کو گرمی سے بچاتا ہے اور قیامت کے روز مومن اپنے صدقے کے سایے میں ہوگا۔

رمضان فرحتوں کا مہینہ

ہر سال رمضان المبارک کا مہینہ آتے ہی دل فرحتوں سے بھر جاتے ہیں اور ہر جانب اس کی خوشبوں پھیل جاتی ہے پس مومن اللہ کے فضل اور روزے میں اس کی مدد پر خوشی اور مسرت محسوس کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی عطا کی تکمیل کر دیتا ہے، وہ قرآن کے نزول کے مہینے اور روزے کے خوب بڑھتے ہوئے اجر پر خوشی ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''ابن آدم کی ہر نیکی کے عمل کو دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک بڑھایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: روزے کے علاوہ کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا، بندے نے میری خاطر شہوت اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔[متفق علیہ] جب وہ روزہ رکھتا ہے تو اللہ کی مغفرت پر فرحت محسوس کرتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے گئے۔[بخاری] وہ قیام اللیل کی فرحت محسوس کرتا ہے جو رمضان کے مہینے میں قیام کے لیے کھڑا ہوا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے گذشتہ گناہ معاف کردیے گئے [سنن نسائی] اور لیلۃ القدر میں خوشی محسوس کرتا ہے اور اس کا اجر بھی کتنا زیادہ ہے، لیلۃ القدر خیر من الف شہر [القدر ۹۷:۳] (شب قدر ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے)۔

پھر اس کی مسرت وشادمانی کا کیا کہنا کہ روزہ اور قرآن اس کے سفارشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزہ اور قرآن قیامت کے روز بندے کے شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا: اے رب میں نے اسے سارا دن شہوت اور کھانے پینے سے روکے رکھا پس اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیں، اور قرآن کہے گا: میں نے اسے راتوں کو سونے سے محروم رکھا پس میری شفاعت قبول کریں، فرمایا: ان دونوں کی شفاعت قبول کی جائے گی۔[احمد]

اور جب بندہ پورے مہینے کے روزے مکمل کر لیتا ہے اور وہ عید کے دن ان نعمتوں کو حلال کرتا ہے تو وہ اللہ کی جانب سے اس کا بدلہ اور انعام پاتا ہے، رہا حج بیت اللہ تو وہ اسلامی عبادات میں پانچواں رکن ہے، اس میں تلبیہ کی پکار کی اپنی ہی فرحت ہے'' لبیک اللّٰھم لبیک '' حج بیت اللہ کا فریضہ ادا کرتے ہوئے وہاں داخل ہوتے ہی حاجی عجب فرحت محسوس کرتا ہے وہ اللہ کے گھر حاضر ہے اور اس کا مہمان ہے اور وہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک جگہ پا کر اخوت اسلامی کے مظہر سے فرحت و سرور محسوس کرتا ہے، حج کے مناسک میں ایک ایک منسک کی ادائیگی اور اطاعت خدواندی میں عجب سرشاری کا احساس ہوتا ہے، وقوف عرفہ اور دعا کی قبولیت میں اور اس احساس میں کتنی فرحت ہے کہ اس کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر سے اتر گیا ہے اور اب وہ کسی نومولود کی مانند گناہوں سے پاک ہے جو اس گھر کی جانب آیا پھر اس نے نہ کوئی شہوانی فعل کیا نہ فسق کا کوئی کام تو وہ اس طرح واپس لوٹا جیسے اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہے۔[مسلم] (پس وہ نیکی اور پاکیزگی کی حالت میں لوٹا اور اس کی پوری پوری جزا اور بڑا بدلہ اس کے رب کے پاس ہے اور حج کی جزا تو بس جنت کے سوا کچھ نہیں)۔[صحیح بخاری]

اللہ تعالیٰ کے تقرب کا فرحت

جی ہاں! اے مومن بھائی خود پر اللہ کے فضل پر خوش ہو جاؤ! جب بھی خیر تمہاری جانب آیا تو تمہارے ایمان اور اصلاح نفس میں اضافہ ہوا، تم اس کے حضور سجدہ ریز ہو جاؤ اور اس کا قرب حاصل کرلو، اللہ تعالیٰ کے اس فضل پر فرحت محسوس کرو کہ جب اس نے تم کو خیر کے کاموں کی ہدایت کی اور منکرات کو چھوڑ دینے کی تاکید کی اور مسلسل نگاہ میں رکھا جب تمہاری نیکی تمہیں خوش کرے اور تمہاری برائی تمہیں غمگین کرے تو تم مومن ہو، لہٰذا اے مومن بھائیو مومن بن جاؤ۔

☆☆☆☆☆

ماہ مبارک

روزے کی اہمیت وفضیلت قرآن وسنت کی روشنی میں

● ....مولانا محمد طارق نعمان

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، عربی میں اسے صوم کہتے ہیں، مسلمان اسلامی سال کے مقدس مہینے رمضان المبارک میں روزے رکھتے ہیں۔ روزے میں مسلمان صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے اور پینے، جبکہ میاں بیوی آپس میں جنسی تعلق سے باز رہتے ہیں۔ روزہ رکھنے کے لیے صبح صادق سے قبل کھانا کھایا جاتا ہے جسے سحری کہتے ہیں جس کے بعد نماز فجر ادا کی جاتی ہے جبکہ غروب آفتاب کے وقت اذان مغرب کے ساتھ روزہ کھول لیا جاتا ہے جسے افطار کرنا کہتے ہیں۔

روزے کے مقاصد

قرآن کریم نے روزہ کے مقاصد اور اس کے اغراض تین مختصر جملوں میں بیان فرمائے ہیں:

یہ کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی عظمت کا اظہار کریں۔ ہدایت الٰہی ملنے پر خدائے رحیم وکریم کا شکر بجالائیں کہ اس نے پستی وذلت کے عمیق غار سے نکال کر، رفعت وعزت کے اوج کمال تک ہمیں پہنچایا۔ یہ کہ مسلمان پرہیزگار بنیں اور ان میں تقویٰ وخشیت الٰہی پیدا ہو۔

روزے کی فرضیت

رمضان المبارک کے روزے ۲؍ہجری میں فرض کیے گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ۹؍برس رمضان المبارک کے روزے رکھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے میں فوت ہوئے تھے۔ [المجموع: ج ۶/ص ۲۵۰]

قرآن مجید میں فرمان الٰہی ہے: ”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے رکھنے فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی وپرہیزگار بنو“۔

روزے کے فضائل

امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی حضرت ابو امامہؓ کو روزے کی فضیلت بتاتے ہوئے فرمایا کہ: روزہ رکھا کرو، اس کی مثل کوئی دوسرا عمل نہیں ہوسکتا۔ [سنن نسائی]

ایک اور حدیثِ قدسی میں، جو متفق علیہ ہے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ رب العزت فرماتا ہے: آدمی کے ہر اچھے عمل کا بدلہ دس سے ستر گنا تک بڑھا کر دیا جاتا ہے مگر روزے کا معاملہ الگ ہے، وہ خالص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا، بندے نے میری رضا کی خاطر اپنی خواہشات اور کھانے پینے کا عمل چھوڑ دیا، روزے دار کو دو مسرتوں کی بشارت ہے، ایک وہ جو روزہ کھلنے کے وقت اسے حاصل ہوتی ہے، اور دوسری اسے اس روز ملے گی، جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔

روزے دار کے منہ سے آنے والی بو خدا کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی محبوب تر ہے اور روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو وہ بے حیائی کے ہر کام، شور وغل اور ہنگامہ آرائی سے مجتنب رہے۔ اگر کوئی اس کو گالی گلوچ بھی دے یا لڑائی جھگڑا کرنے لگے تو وہ جواب میں کہے: أنا صائِم یعنی میں روزے سے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے محبوب روزے

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب نماز حضرت داؤد علیہ السلام کی نماز ہے اور سب سے زیادہ محبوب روزے بھی داؤد علیہ السلام کے ہیں، داؤد علیہ السلام آدھی رات سوتے اور اس کا تیسرا حصہ قیام کرتے اور چھٹا حصہ سوتے تھے، اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہیں رکھتے تھے۔

روزِ حشر کی شفاعت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت امام بیہقی نے اپنی سنن میں نقل کی ہے، جس کے مطابق روزہ اور قرآن دونوں بندے کے حق میں روزِ محشر سفارش کریں گے۔

روزہ کہے گا: اے میرے رب! میں نے تیرے اس بندے کو کھانے پینے اور خواہشاتِ نفس کی تسکین سے روکے رکھا تھا۔ آج میں اس کے حق میں شفاعت کرتا ہوں، تو اسے قبول فرمالے۔

اسی طرح قرآن بھی عرض کرے گا پروردگار! میں نے تیرے اس بندے کو رات کے وقت نیند اور استراحت سے روکے رکھا تھا، اس کے حق میں میری سفارش کو شرفِ قبولیت عطا فرما، اور اللہ، روزے اور قرآن کی سفارش اپنے بندے کے حق میں قبول فرمالے گا۔

ہر کلمہ گو کو سوچنا چاہیے کہ روزہ اور قرآن جس کے حق میں شفاعت کریں گے، اس کا مقام کتنا بلند ہے، اور خدانخواستہ جن کے خلاف ان کی گواہی

ہوگی، وہ کس قدر بدنصیب اور محروم ہوں گے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ روزہ اور قرآن یا تمہارے حق میں حجت ہوں گے یا تمہارے خلاف، اللہ ہر کلمہ گو کو اس بدنصیبی سے محفوظ رکھے کہ یہ دو عادل گواہ اس کے خلاف گواہی دیں، سوچنا اور خود احتسابی ہمارا اپنا کام ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تمام احکام ہم تک بلا کم و کاست پہنچا دیے ہیں۔

روزہ اور قیام اللیل

رمضان کا روزہ تو فرض ہے جبکہ قیام اللیل مسنون بدرجہ سنت مئوکدہ ہے، اور بعض ائمہ کے نزدیک واجب کے درجے میں شامل ہے۔ قیام اللیل کا عمل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اللہ کو اتنا پسندیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی طرف سے اس کی فرضیت کا اندیشہ ہوا اور خیال گزرا کہ امت کے لیے کہیں یہ مشقت نہ بن جائے۔ ہر چند کہ اسے فرض قرار نہیں دیا گیا مگر اس کا اجر فرض کے برابر بتایا گیا ہے۔ اسی لیے روزہ دار دن کو روزہ رکھتے ہیں اور قیام اللیل کی فضیلت کو جانتے ہوئے رات کو نمازِ تراویح ادا کرتے ہیں۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کے مطابق امام بخاری و مسلم نے بیان کیا ہے کہ جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ روزہ رکھے گا، اس کے سارے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے اور جو شخص ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان کی راتوں میں قیام کرے گا، اس کے بھی سارے پچھلے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ روزہ فرض ہے اور تراویح سنت، مگر انعام دونوں کا یکساں ہے۔ یہ اللہ رب العالمین کا اپنے بندوں کے ساتھ احسان، رحم اور محبت کا معاملہ ہے۔
احتساب کا مطلب یہ ہے کہ صیام و قیام میں خالص اللہ کی رضا اور اجرِ آخرت مطلوب ہو اور ان تمام غلط کاموں سے صیام و قیام کو پاک رکھا جائے جو اللہ کو ناپسند اور قیام و صیام کی روح کے منافی ہیں۔ گویا جس صیام و قیام کے بدلے اتنا بڑا انعام بتایا گیا ہے وہ پوری روح کے ساتھ جلوہ گر ہوگا تو بندہ اس بشارت کا مستحق قرار پائے گا۔ محض مشقت اور چند حرکات اس کے لیے کافی نہیں۔

سحری کی فضیلت

روزہ آیتِ قرآنی کے مطابق تمام امتوں پر فرض رہا ہے۔ یہودیوں نے روزے کے دوران سحری کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سحری کھایا کرو کیونکہ اس میں بڑی برکت ہے۔ [ابن ماجہ] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ سحری کھانے والوں پر اللہ رحمت فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ [مسند احمد]
سحری آدھی رات کو کھانے کے بجائے صبح صادق سے قبل متصل وقت کھانا زیادہ افضل ہے۔ یہی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا معمول تھا۔ گمراہ ہوجانے والی سابقہ قوموں نے سحری کو ترک کردیا تھا اور پھر روزہ بھی ان کے ہاں متروک ہوگیا۔ امتِ مسلمہ پر اللہ کی خصوصی رحمت ہے کہ زوال و انحطاط کے باوجود ہمارے ہاں روزے کی اہمیت اور اہتمام ہر جگہ نظر آتا ہے۔ امریکا، کینیڈا، یورپ اور آسٹریلیا، جہاں بھی آپ چلے جائیں، اہلِ ایمان کو رمضان اور تراویح میں دلچسپی اور انہماک کے ساتھ مشغول پائیں گے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ رمضان کے بعد گیارہ مہینوں میں بھی اس تربیتی کورس کا رنگ نظر آئے۔

افطار کی فضیلت

افطار کا لفظی معنی روزہ کھولنا یا کھلوانا ہے۔ افطار میں تاخیر کرنا غلط ہے۔ سورج غروب ہوتے ہی فوراً افطار آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، اور یہی اللہ کو محبوب ہے۔ ایک متفق علیہ روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لوگ خیر کی حالت میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کیا کریں گے۔ افطار کرانا یعنی کسی روزے دار کا روزہ کھلوانا بہت بڑا ثواب ہے۔
امام بیہقی کی ایک روایت کے مطابق کسی روزے دار کا روزہ کھلوانے والے یا کسی مجاہد فی سبیل اللہ کو سامانِ جہاد فراہم کرنے والے کو روزے دار اور مجاہد کے برابر اجر و ثواب ملتا ہے، جبکہ ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔
افطار کا وقت خصوصی طور پر قبولیتِ دعا کا وقت ہے۔ افطار سے پہلے انتظار کے لحات میں تلاوت، ذکرِ الٰہی اور دعا کا اہتمام بڑی سعادت ہے۔ یہ دعا اللہ کے ہاں مقبول ہوتی ہے اور بندے کی ہر جائز خواہش اللہ کی رحمت سے پوری ہوجاتی ہے، جو خواتین اپنے کام اور سامانِ افطار تیار کرنے میں لگی ہوتی ہیں وہ اسی دوران اللہ کی حمد و تسبیح اور تکبیر پڑھتی رہیں تو انہیں بڑا اجر ملے گا۔
بہترین افطار وہ ہے، جس میں غرباء و مساکین کو روزہ کھلوایا جائے، افطار کی وجہ سے نمازِ مغرب با جماعت میں تساہل ہرگز جائز نہیں ہے۔

افطار کی دعا

افطار کے وقت جو نیک اور جائز دعا بھی آپ مانگیں گے، اللہ قبول فرمائے گا۔ قرآنی اور مسنون دعائیں اللہ کو زیادہ محبوب ہیں۔
اللہ تعالیٰ ہمیں ماہِ صیام کی قدر کرنے کی توفیق دے اور اس مبارک ماہ کی برکت سے ہمارے صغیرہ و کبیرہ گناہوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے۔

☆☆☆☆☆

یادیں و باتیں

آہ میری والدہ ماجدہ!

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اعظمی ندوی

قارئینِ 'تعمیر حیات' کے لیے یقیناً یہ خبر افسوسناک ہوگی کہ مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی اہلیہ صاحبہ (محترمہ آسیہ بنت مولانا بشیر اللہ مفتاحی) کا مختصر علالت کے بعد (۷۵) سال کی عمر میں مؤرخہ ۱۲/شعبان ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/مارچ ۲۰۲۱ء کو انتقال ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کے انتقال کی خبر کو ہر سطح پر محسوس کیا گیا، دور و قریب کے اہل تعلق نے تعزیتی جلسے منعقد کیے، ایصال ثواب کیا، اور بعض اہل تعلق (جن میں مولانا محترم کے معاصرین اور تلامذہ بھی ہیں) نے رنج والم پر مبنی تعزیتی خطوط بھیجے، جو خاصی تعداد میں ہیں، ان میں انہوں نے مرحومہ کی خصوصیات، صفات اور مثالی کردار کا تذکرہ کیا ہے۔

مرحومہ ایک نیک سیرت اور پاکباز خاتون تھیں، مولانا محترم کے ساتھ ساٹھ سال سے زائد عرصہ گذارا، اور ایک وفا شعار خاتون کا حق ادا کیا، اور اپنے شوہر محترم کو علمی، ادبی، تدریسی و انتظامی خدمات کے لیے فارغ کردیا، بہت سارے گھریلو مسائل سے یکسو کرکے انہوں نے مولانا محترم کے علمی کاموں میں گراں قدر تعاون دیا، وہ علماء نواز تھیں، اہل علم کی تکریم ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی، وہ ہر ایک کا خیال رکھتی تھیں، محلّہ کی مسلم وغیر مسلم عورتوں کے ساتھ ان کا برتاؤ مثالی تھا، وہ کسی مانگنے والے کو خواہ وہ مرد ہوں یا عورت، واپس نہیں کرتی تھیں، بلاشبہ ایک مثالی خاتون تھیں، اخلاص، تقویٰ، صبر اور شکر کے جذبات ان کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے۔

مرحومہ کا مئو سے آبائی تعلق تھا، وہ ابھی ایک مہینہ پہلے مئو اعظم گڑھ گئی تھیں، جہاں اپنے اعزہ و اقارب سے ملاقات کی تھی، دینی کتابوں کے مطالعہ کا بڑا شوق تھا، دینی رسائل کی خریدار بھی تھیں، خاص طور سے ماہنامہ 'رضوان' لکھنؤ ایک طویل عرصہ سے ان کے زیر مطالعہ تھا، جس کی وہ باضابطہ خریدار تھیں، انہوں نے اپنے پیچھے دو بیٹے حافظ لطف الرحمٰن اعظمی اور مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اعظمی ندوی اور چھ لڑکیاں چھوڑیں، جو مولانا اقبال احمد اعظمی ندوی، ارشاد احمد اعظمی، مہتاب عالم، شفیق احمد، مولانا محمد جنید قریشی ندوی، مولانا محمد عبد اللہ مخدومی ندوی کو منسوب ہیں، اور سب ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔

ندوہ کے احاطہ میں مرحومہ کی نماز جنازہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ و صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی نے ایک جم غفیر کی موجودگی میں بعد نماز مغرب پڑھائی، اور ڈالی گنج قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، ان کے ہونہار فرزند مولانا ڈاکٹر عطاء الرحمٰن اعظمی ندوی (حال استاد خواجہ معین الدین چشتی لسانیاتی یونیورسٹی لکھنؤ) نے اپنی والدہ مرحومہ کے سلسلہ میں مختصر تاثرات قلمبند کیے ہیں، جو نذرِ قارئین ہیں۔ [ادارہ]

۱۹۸۹ء کی بات ہے، جب میری عمر دس سال تھی اور میں معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے درجہ ششم کا طالب علم تھا، مجھے روزانہ والدہ صاحبہ ایک روپیہ بطور جیب خرچ دیا کرتی تھیں، ایک روز میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ میرا ایک ساتھی روزانہ دس روپئے لے کر آتا ہے مجھے بھی آج سے دس روپئے ہی چاہیے، والدہ صاحبہ نے میری پوری بات سنی اور کئی ساتھیوں کے نام لے لے کر دریافت کیا کہ فلاں کتنے پیسے خرچ کرتا ہے، فلاں کتنا لے کر آتا ہے؟ ظاہر ہے میرا جواب نفی میں تھا، اس دن انہوں نے زندگی کا سب سے بڑا سبق انتہائی آسانی اور ایسے حسین پیرائے میں سمجھایا جو آج تک ویسے ہی یاد بھی ہے اور جس کی وجہ سے زندگی انتہائی آسان بھی ہے، کہنے لگیں کہ بیٹا! مقابلہ تو دینی معاملوں میں کیا جاتا ہے، دنیاوی معاملات میں ہمیشہ اپنے سے نیچے والوں کو دیکھنا چاہیے، اس سے شکر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ورنہ انسان زندگی بھر مقابلے میں لگا رہتا ہے، لیکن اس کی ہوس اور دنیا کی لالچ کبھی نہ تو پوری ہوتی ہے نہ ختم۔

اس وقت بھلے اس بات کا پورا مطلب نہ سمجھ میں آیا ہو، لیکن پھر بھی یہ بات ذہن میں بیٹھ ضرور گئی کہ دنیاوی معاملات میں مقابلہ نہیں کرنا ہے، اب عمر کے اس مرحلے میں کہ جس کو کسی حد تک پختگی کی عمر مانا جاتا ہے اور انسان خود بھی بہت کچھ اپنے مشاہدات و تجربات سے سیکھ چکا ہوتا ہے، اس بچپن کے سبق کی اہمیت دو چند نظر آتی ہے، آج گرد و پیش میں ہر انسان انتہائی پریشان نظر آتا ہے، قلبی سکون تقریباً مفقود ہے، ایسے میں جب اسباب کا گہرائی سے جائزہ لیجیے تو

عموماً اس بے سکونی کے پیچھے یہی دنیاوی مقابلہ آرائی ہی کارفرما ہوتی ہے۔

والدہ صاحبہ کی تربیت کا یہی انداز تھا، خود بھی ہمیشہ فکر آخرت میں رہا کرتی تھیں اور سب کو برابر یاددہانی بھی کرایا کرتی تھیں کہ آخرت کی فکر کرو، پتہ نہیں کب تک موقع ہے، خاص طور سے حقوق العباد سے بچنے کی خود بھی بہت فکر کرتی تھیں اور ہم لوگوں کو بھی خاص طور پر اس کی تلقین کیا کرتی تھیں، ہمیشہ اپنے آس پڑوس، اقرباء واعزہ کی خبرگیری کیا کرتی تھیں، یہاں تک کہ غیر مسلم پڑوسی خواتین بھی ان کے پاس آکر بیٹھتی اور استفادہ کرتی تھیں، ان کا سب سے بڑا وصف عفوودرگذر اور تسامح تھا، کبھی کسی کے ساتھ چھوٹے بڑے، غریب و مالدار کی بنیاد پر تفریق نہیں کی اور نہ ہی کبھی خود کو اور نہ ہی کبھی ہم لوگوں کو یہ سوچنے کا موقع دیا کہ ہم کسی خاص گھرانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ہماری کوئی الگ حیثیت ہے، بلکہ ہمیشہ یہی کہتی رہیں کہ اصل عزت آخرت کی ہے، اس کی فکر کرو۔

بہرحال یہ امانت جس کا بدل کم از کم دنیا میں تو ملنا ممکن نہیں ۲۶/مارچ ۲۰۲۱ء بروز جمعہ ہم سے واپس لے لی گئی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون، اللہ رب العزت سے یہی دعا ہے کہ والدہ صاحبہ کو اپنے نیک اور صالح بندوں میں شمار کرے، ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، اور ہم سب کو صبر جمیل اور ان کے لیے ہمیشہ دعائے مغفرت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆☆☆

دعائے مغفرت

☆ ۵/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کی شب کو خانقاہ پیر دمڑیا بھاگلپور کے سجادہ نشیں اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فاضل ورکن مجلس انتظامی مولانا شاہ سید حسن مانی ندوی علیگ بن حضرت مولانا شاہ شرف عالم ندویؒ نے مختصر علالت کے بعد ستر برس کی عمر میں وفات پائی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم بااخلاق، ملنسار اور علم وخدمت خلق کی صفات کے حامل تھے، ندوہ کی مجلس انتظامی میں ہر سال پابندی سے شریک ہوتے تھے۔انہوں نے ابھی دو ماہ قبل اپنے بڑے فرزند مولانا فخر عالم حسن مظاہری کو اپنا نائب مقرر کیا تھا، اور انہیں ذمہ داریاں سونپ دی تھیں۔

☆ ۴/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو عصر کے وقت جناب خالد فریدی بن شہاب الدین فریدی مانک پوری علی گڈھ میں وفات پاگئے، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مخدوم گرامی قدر ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ وصدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کے رشتہ میں بھانجہ ہوتے تھے، وہ مشاعروں کے ذریعہ ایک سنجیدہ شاعر کی اچھی شہرت رکھتے تھے، حمد ونعت اور غزل میں ان کا اچھا کلام ہے، جس کا مجموعہ مرتب ہوچکا ہے، حجاز مقدس میں بھی ان کا قیام رہا تھا، اور انہوں نے متعدد بار حج کی سعادت حاصل کی تھی۔

☆ ۳/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ کو دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ممتاز فاضل اور مربی ومعلم شخصیت مولانا عبدالمومن سنبھلی ندوی نے مختصر علالت کے بعد وفات پائی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی وجہ سے اپنے علاقہ میں بہت مقبول تھے، اور سنبھل میں ندوہ سے ملحق ادارہ انجمن معاون الاسلام میں برابر تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کی قابل قدر خدمت انجام دے رہے تھے، جہاں سے اچھے ندوی فضلاء علم وعمل کے میدان میں آتے رہے۔

وہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے حقیقی بھتیجہ اور مولانا محمد زکریا سنبھلی ندوی عمید کلیۃ الشریعہ واصول الدین دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے چچازاد بھائی تھے، انہیں حضرت مولانا ذوالفقار احمد نقشبندی سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی، اس ناحیہ سے بھی ان کا اہل علاقہ پر اچھا اثر تھا جس کے اثرات ان کے جنازہ میں غیر معمولی مجمع کی موجودگی میں ظاہر ہوئے۔

☆ مولانا محمد شرف الدین ندوی محصل شعبۂ تعمیر وترقی ندوۃ العلماء لکھنؤ کی والدہ ماجدہ کا ۱۲/شعبان ۱۴۴۲ھ مطابق ۲۶/مارچ ۲۰۲۱ء جمعہ کی شب انتقال ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ نیک سیرت اور صوم وصلاۃ کی پابند تھیں، انہوں نے اولاد کی تعلیم وتربیت کا بڑا خیال رکھا، ان کے دونوں بیٹے ندوی ہیں اور ندوہ کے شعبۂ تعمیر وترقی میں ہی خدمت انجام دے رہے ہیں۔

☆ حاجی عبدالستار وڈنگری کا ۳۰/مارچ ۲۰۲۱ء کو انتقال ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

☆ مولانا عبدالقدوس ندوی محصل شعبۂ تعمیر وترقی کا بھی انتقال ہوگیا، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔ ☆☆☆

رسید کتب

تعارف وتبصرہ

محمد اصطفاء الحسن ندوی کاندھلوی

نام کتاب: **خطوط شبلی بنام شروانی**
ترتیب: فیصل احمد بھٹکلی ندوی

زیرِ نظر کتاب ''خطوط شبلی بنام شروانی'' دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قابل استاد اور مختلف تحقیقی کتابوں کے مصنف مولانا فیصل احمد بھٹکلی ندوی کی ترتیب و تدوین ہے، علامہ شبلیؒ کے خطوط نواب شروانیؒ کے نام مختلف مواقع پر پہلے بھی شائع ہو چکے ہیں؛ تاہم یہ تالیف اس معنی میں ممتاز اور جدا ہے کہ اس میں مطبوعہ خطوط کے مقابلہ کے ساتھ مزید خطوط کا اضافہ ہے۔ بایں لحاظ یہ اشاعت زیادہ مکمل اور محقق ہے۔

درمیانی سائز کے تقریباً پونے چار سو صفحات پر مشتمل اور عمدہ طباعت سے آراستہ اس کتاب کی میں پیش لفظ وعرضِ مرتب کے بعد شبلی و شروانی کی شخصیات کا مختصر خاکہ پیش کیا گیا ہے، دونوں کے درمیان ربط و تعلق کی نوعیت، مکاتیب کی اہمیت و ضرورت، شبلی کا اسلوب اور ان مکاتیب کی تاریخی حیثیت و مقام کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خطوط شبلی بنام شروانی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، یہ ۱۶۰/خطوط ہیں، جن میں ادبی چاشنی، منفرد اندازِ سخن، بے ساختہ و برجستہ اسلوب نگارش پایا جاتا ہے، ان فنی خصائص کے ساتھ یہ خطوط تمہید و القاب سے عاری ہیں، اور افتتاح و اختتام کے تکلفات سے مستغنی، اشاروں کنایوں کی زبان استعمال کی گئی ہے، جس کی وجہ سے ایجاز و اختصار بھی اسلوبِ نگارش کا خاصہ ہے۔

خطوط کے بعد فاضل مرتب نے وہ مفید اور قیمتی حواشی درج کیے ہیں جو خطوط کے اندر مذکور شخصیات، مقامات، مخطوطات، مطبوعات، مضامین، رسائل وغیرہ کی وضاحت اور الفاظ ومحاوروں کی توضیح وتشریح کرتے ہیں۔ ان حواشی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتب نے ان تحقیقات میں کتنی جاں گسلی اور عرق ریزی سے کام لیا ہے؛ خطوط میں کثرت سے ایسے مقامات ہیں کہ اگر ان کی وضاحت نہ کی جاتی تو قاری کو ایسا محسوس ہوتا کہ کسی غیر معروف زبان کی تحریر زیرِ مطالعہ ہے، اور ان مقامات میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ ان کے مدلول ومفہوم کو تلاش کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، لیکن مرتب نے اپنی اولوالعزمی وقابلیت سے یہ کام کافی حد تک انجام دیا، جس کے لیے قارئین ہمیشہ ان کے شکر گذار رہیں گے۔

حواشی کے بعد مآخذ ومراجع تحقیق کی فہرست ہے اور آخر میں اشاریہ ہے۔

موضوعاتی لحاظ سے ان میں اکثر کا موضوع، تحریک، نظام اور نصابِ ندوہ ہے۔ ان خطوط سے اس بات کا علم ہوتا ہے کہ علامہؒ اور بعض دیگر ذمہ دارانِ ندوہ کے درمیان فکری و نظریاتی اختلاف تھا، علامہؒ اپنے نظریہ وفکر کی عدم تنفیذ پر شاکی بھی ہیں، اور اپنے غم کا اظہار کرتے ہیں، ان کے درد وکرب کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ انہوں نے فریقِ مخالف پر آخری درجہ کی تنقید وتنقیص کی ہے، ان کی سرزنش سے خود مکتوب الیہ بھی محفوظ نہیں، البتہ ان کے ساتھ ان کا انداز مربیانہ ہونے کے ساتھ محبانہ ومخلصانہ ہے۔

ان مکاتیب میں اس کے علاوہ بہت سی ایسی علمی وادبی معلومات ہیں، جن پر اربابِ علم وادب جان چھڑک سکتے ہیں، یہ معلومات جابہ جا جواہر پاروں کی طرح بکھری ہوئی ہیں، اور نگاہوں کو خیرہ کرتی رہتی ہیں۔

ان مکاتیب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نواب شروانی شعری اصلاح کے لیے علامہ شبلی سے رجوع کرتے تھے، علامہ نے اس فن میں ان پر اچھی خاصی گرفت کی ہے، وہ شاذ شاذ ہی ان کے کلام کی تعریف کرتے ہیں، البتہ نواب صاحب کے ریویوز کے علامہ نہ صرف مداح نظر آتے ہیں؛ بلکہ اپنی کتابوں پر ان کے ریویوز کا اشتیاق ظاہر کرتے ہیں۔

از راہِ تفنن مرتب سے یہ شکایت کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے اپنی اس تالیف میں 'علامہ' کو 'مولانا' سے تعبیر کیا ہے، جب کہ علامہؒ کی 'مولاناؤں' سے الرجی بہت سے مقامات پر ظاہر ہوتی ہے، اور پھر یہ کہ ذہن بھی بآسانی لفظ مولانا سے شبلی کی طرف منتقل نہیں ہو پاتا۔

ترتیب وتدوین خطوط شبلی بنام شروانی کا یہ کام نواب شروانی کے حفید محترم جناب ڈاکٹر ریاض الدین خاں شروانی کی ترغیب وفرمائش پر انجام دیا گیا ہے، اور لکھنؤ، علی گڑھ، دہلی اور بمبئی کے کتب خانوں سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

نام کتاب: **Abul Hassan Ali Nadwi & His Movement**
تالیف: عبید الرحمٰن ندوی

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی شخصیت اور ان کی تحریک 'پیامِ انسانیت' کا تعارف دارالعلوم ندوۃ العلماء کے استاد جناب عبید الرحمٰن ندوی کے قلم سے انگریزی زبان میں ہمارے

سامنے ہے۔عبید الرحمٰن ندوی متعدد انگریزی کتب ورسائل کے مصنف ہیں، اور اردو و انگریزی کے معروف صحافی و کالم نگار ہیں، اور ایسے موضوعات پر قلم اٹھاتے ہیں جو وقت کی ضرورت ہیں۔ یہ رسالہ بھی وقت کی ایک ضرورت تھی، جس کو انہوں نے بڑے سلیقہ سے پورا کیا۔

تقریباً سو صفحہ پر مشتمل یہ رسالہ لوازمِ تصنیف کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کا شخصیتی خاکہ پیش کرتا ہے، اور اس میں انسانیت اور حق گوئی کی صفات کو اجاگر کرتا ہے، اور بعض غیر مسلم دانشوروں کے اقوال و بیانات کو بھی بطور دلیل پیش کرتا ہے۔

شخصیتی خاکہ کشی کے بعد ''پیام انسانیت'' تحریک کی تاریخ، اس کے مصادر اور اہم واقعات کو پیش کیا گیا ہے، انسانیت اور اخلاقی اقدار کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اس سلسلہ میں مختلف مذاہب وممالک سے تعلق رکھنے والے دانشوروں اور مفکرین کی رائے، اور عالمی سطح پر انحطاطِ انسانیت وفقدانِ اقدار اور اس سے پیش آنے والے بحران کے سلسلہ میں ان کا اعتراف پیش کیا گیا ہے، آخر میں حقیقی جمہوری اقدار کو زندہ کرنے کی ضرورت کو بیان کر کے حضرت مولاناؒ کی ایک فکر انگیز اور پر جوش تحریر بعنوان ''محبت کے ساتھ جینا سیکھئے'' کا خلاصہ پیش کر کے اس رسالہ کو مزید مفید اور مؤثر بنا دیا گیا ہے۔

دفتر پیامِ انسانیت، کلکتہ سے شائع ہو کر لکھنؤ میں بھی دستیاب ہے۔

نام کتاب: ذکرِ الٰہی اور دعاء کے فیوض و برکات

تالیف: ظفر الاسلام اصلاحی

علی گڑھ مسلم کے معروف اسلامی اسکالر اور بیسیوں علمی، تاریخی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف جناب ظفر الاسلام اصلاحی کے قلم سے یہ کتاب نکل کر آئی ہے، جس کی طباعت واشاعت کی ذمہ داری 'حلقۂ درسِ قرآن، اقرأ کالونی، علی گڑھ نے اٹھائی ہے۔

یہ کتابی سائز کے ۸۰/صفحات پر مشتمل یہ ایک مجلد رسالہ ہے، جو بنیادی طور پر دو ابواب پر مشتمل ہے، پہلے باب کا عنوان ''ذکرِ الٰہی- اللہ رب العزت کی قربت ونصرت نصیب ہونے کا اہم ترین وسیلہ'' ہے۔اس باب میں بتایا گیا ہے کہ ذکر الٰہی بندوں کے لیے کتنا ضروری ہے، اور ان سے اس کا کتنا شدید مطالبہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس باب میں کیا اسوہ ہے، ذکرِ الٰہی کے معروف طریقے کیا ہیں، اس سے بندوں کو کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں اور اس سے غفلت کے کیا برے اثرات ونتائج ہیں۔

دوسرے باب میں 'دعا' کے موضوع پر گفتگو کی گئی ہے، کہ دعا کی ضرورت کیوں ہے، یہ اللہ تعالیٰ کو کیوں پسند ہے، اسماء حسنیٰ کیا دعا میں کیا اہمیت ہے، اس کے اصول و آداب کیا ہیں، قبولیت کے شرائط کیا ہیں، اور اس کے لیے مناسب ترین وقت کیا ہے؟

دونوں ابواب کے آخر میں خلاصہ وحاصل بحث ذکر کیا گیا ہے، اور ذکر الٰہی ودعا دونوں ہی موضوع پر کتاب وسنت کے معروف حوالوں سے گفتگو کی گئی ہے، اسی طرح جستہ جستہ اہل علم وفضل کے اقوال بھی تائید ووضاحت کے لیے نقل کیے گئے ہیں۔

رسالہ کے آخر میں 'ضمیمہ' شامل کیا گیا ہے' جس میں بعض قرآنی ومسنون دعاؤں کو نمونہ پیش کیا گیا ہے۔مجموعی طور پر یہ اپنے موضوع پر ایک پُر مغز تحریر ہے، جس سے ذکر ودعا کی شرعی حیثیت اور مقام وفضیلت پوری طرح ابھر کر قاری کے سامنے آجاتے ہیں۔

رابطہ کے لیے: ۹۰۵۸۲۸۱۴۹۴

☆☆☆☆☆

مجلس صحافت ونشریات کی جدید ودیدہ زیب طباعت

فتاویٰ ندوۃ العلماء (جلد چہارم)

مکمل صفحات: ۴۱۶ قیمت: ۴۰۰/روپے

مجلس صحافت ونشریات

ٹیگور مارگ، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

موبائل نمبر: 9415515578, 9889664104

ای میل: ahmadniyaz7893@gmail.com

روداد سفر

سفر مونگیر، چمپارن، مظفر پور وگورکھپور

● ....محمود حسن حسنی ندوی

حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، برادرم امتیاز رحمانی کے ذریعہ ان کے سانحہ ارتحال کی اندوہناک خبر ملی، مشہور معالج ڈاکٹر احمد عبدالحی جن کی زیرنگرانی ان کا علاج پٹنہ میں چل رہا تھا، انہوں نے سب سے پہلے محترمی جناب شاہد حسین کے ذریعہ مخدومی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو یہ روح فرسا صاعقہ اثر خبر دی، تھوڑی دیر میں اکناف عالم میں خبر پھیل گئی، سبھی سن کر ملول ہوئے، ان کے جنازہ میں شرکت سے ان کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ ہوا، کہ لوگ اطراف و اکناف سے پروانہ وار ٹوٹ پڑے، انہوں نے اصلاح وتربیت، دعوت وارشاد، فروغ تعلیم اور اشاعت دین کے عمل کے ساتھ ملت وشریعت کے تحفظ وبقا کے لیے جو عوامی اور قانونی خدمات و مساعی پیش کیں، ان میں وہ اپنی دینی و ایمانی فراست، سیاسی بصیرت اور دوسرے گونا گوں خصوصیات وکمالات سے امتیاز وانفرادیت رکھتے تھے، مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کو جیسے اطلاع ملی، اسی وقت انہوں نے ویڈیو کے ذریعہ ایک تعزیتی پیغام جاری کیا اور نظام بھی بنایا کہ جنازہ میں شرکت کے لیے الحاج شاہد حسین کے ساتھ مونگیر کا نظام سفر بنایا جائے اور ایک مکتوب تعزیت بھی فرزندان گرامی (سید احمد ولی فیصل رحمانی اور سید حامد ولی فہد رحمانی) کے نام تحریر فرمایا، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری، الحاج شہزاد خان، محمود الحسن خان ندوی بھی ہمراہ تھے، گورکھپور میں برادرم طارق شفیق ندوی کے یہاں چند گھنٹوں کا قیام ہوا، جو ندوہ میں میرے رفیق درس، ملی کونسل مشرقی اتر پردیش کے صدر اور گورکھپور اسلامیہ کالج میں استاد ہیں، یہاں سے وہ بھی ساتھ ہوئے اور علی الصباح مظفر پور پہونچے، جہاں مولانا حامد ندوی نے چند لمحات اپنے یہاں قیام کرایا اور مونگیر کے قریب پہنچ گئے، عقیدت ومحبت کا عجیب منظر تھا، لوگ نماز جنازہ کے لیے گھنٹوں سے سراپا شوق وانتظار تھے۔

ہم لوگوں کو ندوہ کے تعلق سے بھائی امتیاز رحمانی نے اندر آنے کا موقع دیا جہاں مولانا رحمانی کے فرزند سید حامد ولی فہد رحمانی نے آخری دیدار کا موقع دیا، اور حضرت مولانا مدظلہ کے خط کو محبت وشوق سے ملاحظہ کرکے کہا کہ حضرت کی خدمت میں سلام پیش کیجیے گا اور عرض کیجیے گا کہ بڑے بھائی کے ساتھ حاضری ہوگی ان شاء اللہ، انہی فرزند دوم کی اجازت سے عقیدت مندوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمند رکو مولانا عمرین محفوظ رحمانی سکریٹری مسلم پرسنل لا بورڈ نے نماز جناز پڑھائی، گرمی کی شدت، طویل انتظار اور مسلسل قیام سے لوگوں کی طبیعتیں متاثر ہورہی تھیں مگر سرکاری اعزاز کی بات وزیر اعلیٰ بہار جناب نتیش کمار کی طرف سے سامنے آنے پر ان کا لحاظ بھی کیا گیا، سرکاری انتظامیہ نے اپنی ذمہ داری ادا کی، پھر نماز جنازہ اور تدفین کے مراحل سامنے آئے، ہم لوگوں کو اندر ہی بلالیا گیا، اندر سے ہی جنازہ کو الوادع کیا، مولانا عمرین محفوظ رحمانی کی ہجوم کے مدنظر رائے نہ ہوئی کہ ہم لوگ ہجوم میں جائیں اور آگے بڑھیں، مٹی دینے کا عمل چند گھنٹوں کے بعد مجمع کے کچھ کم ہونے پر انجام دیا گیا، جد امجد حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء وبانی جامعہ رحمانی وخانقاہ رحمانی مونگیر اور ان کے فرزند اور اپنے پدر بزرگوار حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانی کے پاس مسجد کے قریب تدفین عمل میں آئی، غفر اللّٰہ لہ ورحمہ رحمة واسعة وأدخله فی العليين مع الأبرار المقربين وتقبل حسناته وخدماته وأعماله وأحواله۔

نماز مغرب کے قریب تدفین کے مراحل پورے ہوئے، یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہوئی، میں بھی حاضر تھا وہاں، اور یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اعلیٰ مراتب سے نوازے، ان کے جن پر حقوق ہیں، وہ انہیں اور جن پر ان کے حق ہیں، انھیں معاف کریں اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ مشکل نہیں۔

مغرب بعد تعزیتی جلسہ مسجد خانقاہ ومدرسہ میں ہوا، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری کا پہلا خطاب تھا جس میں حضرت مونگیری کی ان دونوں اداروں جامعہ رحمانی اور ندوۃ العلماء سے نسبت، اس تعلق کے نسبت، تعلق کے امتداد، نام کے اثرات اور حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کی بعض خصوصیات پر مختصر وقت میں روشنی ڈالی، پھر دوسرے حضرات مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی نائب

ناظم امارت شرعیہ، مولانا محمد شمشاد رحمانی نائب امیر شریعت، مولانا عمرین محفوظ رحمانی، مولانا ابوطالب رحمانی اور سجادہ نشیں جناب سید احمد ولی فیصل رحمانی وغیرہ کے خطابات ہوئے، یہ ایک اچھا خراج عقیدت تھا جو فوری فیصلہ سے سامنے آیا مگر ہم لوگ پورے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے اور منتظمین کی اجازت سے مظفر پور کے لیے روانہ ہوگئے، یہاں رات کے قیام کا نظم تھا، مولانا حامد ندوی نے اپنے مکان پر عشائیہ کا نظم اور سرکٹ ہاؤس میں قیام کا انتظام کروایا تھا جہاں صبح بعض سیاسی حضرات بھی ملنے آئے، مشہور سیاسی و سماجی شخصیت جو خاص پر اقلیتوں کے مسائل کو اٹھانے میں شہرت رکھتے ہیں، اور راشٹریہ جنتا دل کے قائدین میں ہیں، جناب منوج جھا سے الحاج شاہد حسین کی فون پر بات کرائی گئی، اور انہوں نے ندوہ حاضری کا شوق ظاہر کیا اور آنے کا وعدہ کیا۔

چمپارن صوبہ بہار کا معروف ضلع ہے جس کے قصبات سے بڑے علماء، مدرسین و خادمین دین وملت اور رہنمائے سیاست پیدا ہوئے، اس کے ایک گاؤں سنت پور نوتن تھانہ میں جانا ہوا جہاں کی مشہور شخصیت مولانا ریاض احمد بڑے ممتاز علماء و مدرسین میں تھے جنہیں دارالعلوم دیوبند میں شیخ التفسیر ہونے کا شرف حاصل ہے، وہ بڑے مصلح بھی تھے، برادرم طارق شفیق ندوی نے بتایا کہ صوفی نعمت اللہ کے خلیفہ تھے اور وہ حضرت شاہ چاند ٹانڈوی کے خلیفہ تھے، حضرت مولانا ریاض احمد کے خلیفہ مولانا عبدالرحمٰن امارت شرعیہ بہار کے امیر شریعت خامس تھے، مولانا ریاض احمد کو ندوۃ العلماء کی فکر سے ہم آہنگی تھی اور وہ ندوہ کے منہج اعتدال و وسطیت کو اس علاقہ میں دیکھنا چاہتے تھے، اس لیے مولانا شفیق الرحمٰن ندوی مرحوم کو دارالعلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کرنے کا مشورہ دیا اور انہوں نے علم کے شوق میں بڑی مشقت اٹھا کر رخت سفر باندھا، ندوہ میں شعبۂ تدریس سے منسلک ہوکر پھر وطن آئے، اور کچھ عرصہ مشرقی چمپارن کے رام پور کیسیر یا میں مدرسہ رفاہ المسلمین میں صدر مدرس و مہتمم بھی رہے تھے، مدرسہ رفاہ المسلمین کے پروگرام میں شرکت کا موقع بھی ملا جہاں فروغ تعلیم وار دو پر جلسہ منعقد ہو رہا تھا، اور یہ حسب ہدایت امیر شریعت مولانا سید محمد ولی رحمانی تھا جو امارت شرعیہ کے نظام کے تحت صوبہ بہار میں ایک مہم کے طور پر جاری تھا، ان کی وفات کے بعد اس پروگرام کو ملتوی نہیں کیا گیا، مقامی علماء کے علاوہ مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری، برادرم طارق شفیق ندوی اور راقم سطور نے بھی کچھ عرض کیا اور اس مناسبت سے حضرت مولانا سید محمد ولی رحمانی کے ملت کے لیے دردوسوز اور نئی نسل کے ایمان وعقیدہ کے تحفظ کے لیے تعلیم اور اردو زبان سے وابستگی کی ضرورت کا احساس دلانے کی فکر وعمل اور ان کی ملی مسائل میں قائدانہ کردار، اور سیاست میں حکمت وتدبر، دعوت وتعلیم اور تربیت میں مرشدانہ وداعیانہ کوششوں کا تذکرہ کیا گیا، مدرسہ کے تعلق سے مولانا شفیق الرحمٰن ندوی مرحوم کا تذکرہ آنا نا گزیر تھا جو وہاں صدر مدرس رہے اور مہتمم بھی، اور عربی زبان پر محنت کی، پھر دارالعلوم ندوۃ العلماء تشریف لائے، اور وہاں پوری عمر گزار دی، الفقہ المیسر ان کی زندہ علمی یادگار ہے، جس کی وجہ سے وہ نہ صرف برصغیر بلکہ بلاد عرب میں بھی معروف ہیں، مولانا ۹/جون ۱۹۴۲ء کو مغربی چمپارن میں سنت پور نوتن تھانہ میں پیدا ہوئے، اور ۲۴/جون ۲۰۰۲ء کو دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں ساٹھ سال کی عمر میں وفات پائی، اور ڈالی گنج قبرستان میں ہی تدفین ہوئی جہاں ندوہ کے متعدد اساتذہ مدفون ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ وتقبّل حسناته۔

مغربی چمپارن کے سنت پور میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ادب کے اولین اساتذہ میں ایک بڑے استاذ مولانا محمد یوسف کا مکان بھی دیکھا جو قدیم طرز کا بہت سادہ اور کچا گھر ہے، سنت پور سے گوپال گنج میں ٹھہرے، مگر یہ ٹھہرنا چند لمحات کے لیے تھا، اور پھر گورکھپور میں بھائی طارق شفیق ندوی کے مہمان ہوئے، ان کا مکان وہاں کی معروف سیاسی وسماجی شخصیت و مشہور معالج ڈاکٹر عزیر احمد کے مکان سے متصل ہے، جو بڑے ہردلعزیز اور مقبول عام وخاص شخصیت ہیں، لکھنؤ کے مشہور معالج ڈاکٹر کوثر عثمان پروفیسر کنگ جارج میڈیکل یونیورسٹی لکھنؤ ان کے داماد ہیں، اور وہ بھی شہر لکھنؤ میں اپنی خصوصیات و صفات میں منفرد ہیں۔

بھائی طارق شفیق ندوی نے اس سفر میں ایک سوغات ”متاع ذکر وفکر“ دی جو ان کے والد مرحوم اور میرے استاد مولانا شفیق الرحمٰن ندوی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو نومبر ۱۹۸۶ء- مارچ ۱۹۹۱ء ماہنامہ ”ذکر فکر وفکر“ نئی دہلی میں سابق معتمد تعلیم ندوۃ العلماء مولانا عبداللہ عباس ندویؒ کی تحریک پر شائع ہوتے رہے، طارق بھائی یہاں ٹھہر گئے، مولانا محمد خالد غازیپوری ندوی مشرقی چمپارن سے بذریعہ ٹرین روانہ ہوگئے، اور ہم سب علی الصباح لکھنؤ پہنچے، الحمد للہ أولاً وآخراً۔

☆☆☆☆☆

فقہ وفتاویٰ

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: کیا روزہ کی ابتداء اسی وقت ہوجاتی ہے جب سے نیت کی، مثلاً کسی نے اگر رات ۱۲/ بجے روزہ کی نیت کرلی تو اسی وقت سے روزہ مانا جائے گا، کیا اس کے بعد کھانا پینا درست نہیں ہوگا، یہ سوال اس لیے کیا جارہا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ روزہ کا آغاز نیت ہی کے وقت سے ہوجاتا ہے؟

جواب: روزہ کی ابتداء صبح صادق سے ہوتی ہے، اس سے پہلے روزہ شروع نہیں ہوتا ہے اگر چہ نیت صبح صادق سے قبل کیوں نہ کرلی گئی ہو، لہٰذا اگر کسی نے رات ہی میں روزہ کی نیت کرلی تو وہ صبح صادق سے قبل تک کھاپی سکتا ہے، محض کھانا پینا ممنوع نہیں ہوگا بلکہ وقت شروع ہونے سے کھانا پینا یا ازدواجی تعلق منع ہوگا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْأَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ“ [البقرۃ:۱۸۷] (اور کھاتے پیتے رہو جب تک کہ صبح کے وقت سفید دھاگے کالے دھاگے سے جدا نظر آنے لگے) اس آیت کی روشنی میں فقہاء نے یہی رائے قائم کی ہے جو اوپر درج کی گئی ہے۔

[الدر المختار مع رد المحتار: ج۳/ص۳۳۰]

سوال: رمضان کے روزہ کے لیے سحری کا وقت کیا ہے، اس میں جلدی کی جائے گی یا آخری وقت سحری کھانا بہتر ہے؟

جواب: سحری کا وقت رات کے آخری حصہ میں ہے، اس کی شناخت اس طرح ہوگی کہ پوری رات یعنی غروب آفتاب سے طلوع صبح صادق تک کے درمیانی وقت کو چھ برابر حصوں میں تقسیم کرکے آخری حصہ میں سحری کھانا مستحب ہے، مثلاً ۱۲/ گھنٹے کی اگر رات ہو تو آخری دو گھنٹوں میں سحری کھانا مستحب ہوگا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں صراحت ہے کہ سحری میں تاخیر بہتر ہے، اسی طرح فقہاء نے افطار میں تعجیل (جلدی کرنا) اور سحری میں تاخیر (مؤخر کرنا) افضل قرار دیا ہے۔

[فتاویٰ تاتارخانیہ: ج۳/ص۳۵۵]

سوال: جو مسلمان روزہ کا اہتمام نہ کرتا ہو لیکن مسلم وغیر سب کو دعوت افطار پر مدعو کرتا ہو، ایسے مسلمان کی دعوت افطار میں شرکت کرنی چاہیے یا نہیں؟

جواب: جو مسلمان بلا عذر شرعی رمضان المبارک کا روزہ چھوڑتا اور خلاف سنت طریقہ پر دعوت افطار کرتا ہو، ایسے مسلمان کی دعوت میں شرکت نہیں کرنی چاہیے، معجم طبرانی کی روایت میں یہ صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاسقین کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[المعجم الکبیر: ج۱۸/ص۱۶۸]

بلا عذر روزہ نہ رکھنا بلاشبہ فسق ہے، اس لیے ایسے لوگوں کی دعوت میں شرکت سے گریز کرنا چاہیے، فتاویٰ ہندیہ اور دیگر کتب فقہ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج۵/ص۳۴۳]

سوال: اگر کوئی غیر مسلم افطاری کی دعوت کرے تو اس میں شرکت کرنی چاہیے یا نہیں، کیوں کہ غیر مسلم کی آمدنی مشکوک ہوتی ہے تو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: اگر کوئی غیر مسلم پاک اور حلال چیزوں سے دعوت افطار کرائے تو اس میں شرکت فی نفسہ اگر چہ درست ہے لیکن آج کل زیادہ افطار پارٹیاں سیاسی مقاصد کے لیے ہوا کرتی ہیں، اس لیے ان میں شرکت سے احتیاط کرنی چاہیے۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج۵/ص۳۴۷]

سوال: اگر کسی نے پورے رمضان کے روزوں کی نیت پہلے دن کرلی تو رمضان کے روزہ کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

جواب: پورے رمضان کے لیے ایک دن روزہ کی نیت کرلینا کافی نہیں، بلکہ روزانہ علیحدہ نیت کرنا ضروری ہے، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: یشترط لکل یوم من رمضان نیۃ علی حدۃ عند عامۃ العلماء۔ [بدائع الصنائع: ج۲/ص۸۰]

سوال: ایک شخص نے رمضان کے روزہ کے لیے نیت کی اور سحری کھالی، بعد نماز فجر وہ بے ہوش ہوگیا اور دن بھر یہی حال رہا، بعد مغرب ہوش آیا تو کیا اس دن کا روزہ ہوگیا یا قضا کرنی پڑے گی؟

جواب: نیت کے ساتھ جب روزہ رکھا ہے پھر بے ہوشی طاری ہوئی اور دن گذر گیا تو روزہ ہوگیا، قضاء کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

[فتاویٰ ہندیہ: ج۱/ص۱۹۵]

سوال: اگر کسی نے روزہ کی حالت میں ویکس (Vicks) استعمال کیا تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب: ویکس کا اثر دماغ پر پہونچتا ہے، اصل شے یعنی (Vicks) دماغ تک نہیں پہونچتی ہے، اس لیے اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، مثلاً اگر کوئی خوشبودار تیل سر میں لگالے تو آنکھ اور دماغ میں اس کا اثر محسوس ہوتا ہے لیکن روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

[الدر المختار: ج۱/ص۴۵۰]

☆☆☆☆☆

اہلِ خیر حضرات کی خدمت میں

رمضان المبارک میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لیے مالی تعاون حاصل کرنے کی غرض سے جن اساتذہ و محصلین کو جس شہر یا علاقہ میں بھیجا جارہا ہے، اس کی تفصیل ذیل میں دی جارہی ہے، اہل خیر حضرات سے تعاون کی درخواست ہے۔

(مولانا) فخر الحسن خان ندوی

ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نمبر شمار	اسمائے گرامی	موبائل نمبر	عہدہ	علاقہ
۱	قاری فضل الرحمٰن صاحب ندوی	9919490477	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی
۲	حافظ عبدالواسع صاحب	9307884504	استاذ شعبۂ حفظ	مالیگاؤں، بھیونڈی، ممبئی
۳	مولانا عبدالوکیل صاحب ندوی	9889840219	کارکن شعبۂ اصلاح معاشرہ	ممبئی
۴	مولانا محمد اسماعیل صاحب ندوی	8604346170	استاذ معہد (مہیت مئو)	ممبئی
۵	مولانا عبداللہ صاحب ندوی	7499569301	محرر دفتر اہتمام	ممبئی، نیو ممبئی
۶	مولانا محمد اسلم صاحب مظاہری مولانا محمد عرفان صاحب ندوی	9935219730 7505873005	استاذ دارالعلوم استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	مدراس، وجے واڑہ
۷	مولانا محمد قیصر حسین صاحب ندوی	7897254496	استاذ دارالعلوم	نوساری، سورت، دھولیہ، واپی، بلساڑ
۸	مولانا شفیق احمد صاحب باندوی ندوی	9935997860	استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	پٹن، پالن پور و اطراف
۹	مولانا شمیم احمد صاحب ندوی	9935987423	استاذ دارالعلوم	حیدرآباد، نظام آباد، ناندیڑ
۱۰	مولانا انیس احمد صاحب ندوی	9450573107	استاذ دارالعلوم	بھٹکل، شموگہ، ٹمکور، منکی، مرڈیشور
۱۱	مولانا رشید احمد صاحب ندوی مولانا زہیر احسن صاحب ندوی	7795864313 9889258560	استاذ دارالعلوم استاذ معہد دارالعلوم (سکروری)	بنگلور و میسور
۱۲	مولانا مفتی محمد مستقیم صاحب ندوی مولانا مفتی ساجد علی صاحب ندوی مولانا اکرام الدین صاحب	9889096140 8960204060 9839810206	استاذ دارالعلوم معاون علمی دارالقضاء محصل شعبہ	آسنسول، کلکتہ
۱۳	قاری عبداللہ خاں صاحب ندوی	9839748267	استاذ شعبۂ قرأت دارالعلوم	دہلی
۱۴	مولانا عبدالماجد خاں صاحب ندوی	9918128885	محصل شعبہ	دہلی، پانی پت، پنجاب، آکولہ، جلگاؤں، بلڈانہ
۱۵	مولانا محمد شعیب صاحب ندوی	6394260480	محصل شعبہ	حیدرآباد

۱۶	مولانا مسعود احمد صاحب ندوی	9795715987	استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	کانپور
۱۷	مولانا شکیل احمد صاحب ندوی	9305418153	محرر معہد دار العلوم (سکروری)	الٰہ آباد
۱۸	مولانا محمد امجد صاحب ندوی	9616514320	استاذ دار العلوم	سنبھل واطراف
۱۹	مولانا جمال احمد صاحب ندوی	9450784350	کارکن شعبۂ دعوت وارشاد	حیدر گڈھ، مغل سرائے، سلطانپور واطراف
۲۰	جناب بسم اللہ خاں صاحب	9935169540	محرر معہد دار العلوم (سکروری)	گونڈہ، بہرائچ، بلرامپور، شراوستی نگر
۲۱	مولانا محمد نسیم صاحب ندوی	9670049411	استاذ معہد (مہیت مئو)	کانپور، سندیلہ، غوث گنج
۲۲	مولانا بشیر الدین صاحب	9889438910	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۳	مولانا محمد امتیاز صاحب ندوی	9984070892	استاذ معہد (مہیت مئو)	لکھنؤ (شہر)
۲۴	مولانا محمد اسلم ندوی	9956223293	استاذ معہد دار العلوم (سکروری)	پٹن واطراف گجرات
۲۵	حافظ مبین احمد صاحب	9839588696	استاذ مکتب	لکھنؤ (شہر)
۲۶	مولانا عبد المتین صاحب ندوی	9450970865	استاذ دار العلوم	رامپور، امروہہ، مرادآباد
۲۷	مولانا عبد اللہ مسعود ندوی	9936866057	محرر معہد (مہیت مئو)	ہمت نگر واطراف گجرات
۲۸	قاری ماجد علی صاحب ندوی	9935626993 9044088886	محصل شعبہ	سیتاپور، اندور، اجین، بھوپال
۲۹	مولانا ساجد علی صاحب ندوی	8400015009 9696954194	محصل شعبہ	گوا، کرناٹک کے اضلاع، آمبور، غازی آباد
۳۰	مولانا علیم اللہ صاحب ندوی	9721413704	محصل شعبہ	بستی، ممبئی
۳۱	مولانا محمد رضوان صاحب قاسمی	7250655682	محصل شعبہ	احمد آباد، ودیگر اضلاع گجرات
۳۲	حافظ امین اصغر صاحب	8439165413	محصل شعبہ	علی گڑھ، آگرہ، فیروزآباد، سہارنپور، بلندشہر، سکندرآباد
۳۳	مولانا علیم الدین صاحب ندوی	8853258362	محصل شعبہ	کھنڈوہ، اطراف رتنا گیری، ستارا، پونہ، کولہاپور
۳۴	مولانا محمد مسلم صاحب مظاہری	8960513186	محصل شعبہ	اورنگ آباد، جالنہ، پونہ، احمد نگر، بنارس، مظفرنگر، میرٹھ، بجنور، نجیب آباد
۳۵	مولانا محمد عقیل صاحب ندوی	9389868121	استاذ مکتب شہر	سیوان، چمپارن، دربھنگہ، سمستی پور، مظفر پور، بھاگلپور، پٹنہ وغیرہ
۳۶	مولانا عبد الرحیم صاحب ندوی	7388509803	محصل شعبہ	ناگپور، بارہ بنکی، جھانسی، اعظم گڈھ، مئو واطراف
۳۷	مولانا ابو الحیات صاحب ندوی	9795891123	استاذ مکتب شہر	پٹنہ واطراف
۳۸	مولانا اسرار الحق صاحب ندوی	9919203409	استاذ مکتب شہر	لکھنؤ (شہر)

۳۹	مولانا محمد شرف الدین صاحب ندوی	9936740835	محصل شعبہ	کانپور
۴۰	مولانا عبد الکبیر صاحب فاروقی	8853677677	استاذ معہد (مہپت مئو)	کاکوری واطراف لکھنؤ
۴۱	مولانا محمد مشتاق صاحب ندوی	9415102947	نائب مہتمم (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ، کانپور
۴۲	ڈاکٹر محی الدین صاحب	9415766507	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۴۳	حافظ محمد نعیم صاحب	9889444917	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی، ناگپور
۴۴	حافظ بخشش کریم صاحب	7388324879	استاذ شعبۂ حفظ	ممبئی، پچھمی لکھنؤ
۴۵	قاری محمد سالم صاحب	9889735087	نگراں تعمیرات	ممبئی، پرانا لکھنؤ
۴۶	مولانا عبد الرؤف صاحب ندوی	9336096921	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	کانپور، مغربی لکھنؤ، بنارس، بھدوئی
۴۷	مولانا محمد فہران عالم صاحب ندوی	9235711407	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	وسطی لکھنؤ
۴۸	مولانا اشرف علی رشیدی صاحب	7505526255	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۴۹	مولانا لقمان صاحب ندوی	9616593360	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ، کانپور
۵۰	حافظ نجم الدین صاحب	9616624133	استاذ مکتب	لکھنؤ
۵۱	حافظ جلیل احمد صاحب	9956492163	استاذ مکتب	لکھنؤ
۵۲	ماسٹر جمالی آسی صاحب	9336048990	استاذ مکتب	لکھنؤ، کانپور
۵۳	حافظ رقیم الدین صاحب ندوی	9621040705	محرر کتب خانہ	لکھنؤ
۵۴	مولانا سرتاج احمد صاحب قاسمی	9889026124	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ
۵۵	قاری لیاقت صاحب	9450367182	استاذ شعبۂ حفظ	لکھنؤ
۵۶	مولانا سعید انجم صاحب	9305902746	استاذ (مدرسہ مظہر الاسلام)	لکھنؤ

ACCOUNTS NO. NADWATUL ULAMA

ZAKAT : 10863759766

ATIA : 10863759711

BUILDING : 10863759733

IFSC CODE : SBIN0000125

PHONE : 0522-2741231

STATE BANK OF INDIA, MAIN BRANCH, LUCKNOW

نوٹ: ندوۃ العلماء لکھنؤ کو دیا گیا تعاون سیکشن 80G انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۶۱ء کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوگا۔

NADWATUL-ULAMA
PO. BOX 93, TAGORE MARG, LUCKNOW
226007 U. P. (INDIA)

ندوۃ العلماء
پوسٹ باکس ۹۳، ٹیگور مارگ لکھنؤ
۲۲۶۰۰۷ یوپی (ہند)

Phone : (91-522) 2741231, 2741316, 2740151, Fax : 2741221
E-mail address : nadwa@sancharnet.in/ website : www.nadwatululam.org.